THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Thursday, June 17, 2010

(62nd Session)

Volume VI No. 11

(Nos. 1– 12)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran.................................	1
2.	Leave of Absence..	2
3.	General Debate on the Budget 2010–11..............................	3–20
4..	Privilege Motion; Re: A Lawyer's defaming and discrediting of remarks Against the Parliamentarians	21
5.	Resumption of the General Debate on Budget 2010–11...	22–42

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume VI No. 11 SP. VI(11)/2010 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, June 17, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at three minutes past eleven in the morning with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بسمِ ٱللهِ ٱلرَّحْمٰنِ ٱلرَّحِيْمِ۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَـٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَٰنِ
ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هَـٰذِهِ ٱلْقَرْيَةِ ٱلظَّالِمِ أَهْلُهَا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا
وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا۔١ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ يُقَـٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟
يُقَـٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱلطَّـٰغُوتِ فَقَـٰتِلُوٓا۟ أَوْلِيَآءَ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۖ إِنَّ كَيْدَ ٱلشَّيْطَـٰنِ كَانَ
ضَعِيفًا۔

ترجمہ: اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں
اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس
شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا۔ اور اپنی طرف سے
کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔ جو مومن
ہیں وہ تو اللہ کے لیے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ بتوں کے لیے لڑتے ہیں سو تم
شیطان کے مددگاروں سے لڑو (اور ڈرو مت) کیونکہ شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔
(سورۃ النساء، آیات 75-76)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، .Leave Applications

Leave of Absence

جناب چیئرمین: جناب گل محمد لاٹ صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ چودہ اور پندرہ جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد ہمایوں خان صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 16 تا 18 جون تک کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: We may now resume general debate on the budget 2010. Hafiz Rashid Sahib, please speak on the motion.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب میرا Privilege motion ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کی Privilege Motion ہے، جی۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب! ایسا نہ ہو کہ کل اجلاس prorogue ہو جائے اور میری motion رہ جائے۔

جناب چیئرمین: دیکھ لیتے ہیں، آپ نے دے دی ہوئی ہے؟

سینیٹر حاجی محمد عدیل: وہ تو کافی پرانی ہے جی۔

جناب چیئرمین: اچھا پرانی ہے، منگوا لیتے ہیں۔ ٹھیک ہے؟ ابھی منگوا لیتے ہیں۔ جی حافظ رشید صاحب۔

General Debate on the Budget 2010–11

سینیٹر حافظ رشید احمد: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (عربی) شکریہ، جناب چیئرمین! آپ نے مجھے بجٹ 2010–2011 پر بولنے کا موقع فراہم کیا۔ وزیر خزانہ صاحب تشریف فرما ہیں، اپنی بات شروع کرنے سے پہلے ان کو میں تین چیزوں پر مبارکباد پیش کرنا چاہوں گا۔ سب سے پہلے تو وہ سینیٹر منتخب ہو گئے، پھر اس کے بعد Minister اور اس کے بعد اسی دن انہوں نے حلف اٹھایا اور اسی دن وفاقی بجٹ پیش کیا۔ یہ بڑی بڑی کامیابیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عمر، عمل اور اس کام میں برکت عطا فرمائے۔

جناب چیئرمین! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جناب وزیر خزانہ صاحب ایک ذہین و فطین ماہر شخصیت ہیں۔ ظاہر ہے اتنی ذہین و فطین شخصیت ہیں تو انہوں نے کام کیا ہوگا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ وزیر خزانہ صاحب نے اسی دن حلف اٹھایا تھا لیکن لگتا اس طرح ہے کہ انہوں نے پہلے سے بجٹ پر کام شروع کیا ہوا تھا۔ جناب چیئرمین صاحب، وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد دینے کے بعد میں آپ کے سامنے دو باتیں پیش کرنا چاہوں گا۔ ایک تو یہ کہ میرا تعلق مذہبی گھرانے سے ہے۔ ہمارا آئین بھی اسلامی آئین کہلاتا ہے اور اسلامی اصولوں پر مبنی آئین ہے۔ اس لحاظ سے میں موجودہ بجٹ 2010–11ء پر اسلامی نقطہ سے بات کرنا چاہوں گا۔ جناب چیئرمین! دوسری بات یہ ہے کہ میرا تعلق فاٹا سے ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ آج کل فاٹا international سطح پر زیر بحث ہے۔ جناب والا! میں ان دو چیزوں پر اپنا focus رکھوں گا۔ ہمارے ملک میں ویسے تو ہر جگہ پر ناانصافی کا دور دورہ ہے، ہر چیز کے ساتھ ناانصافی والا سلوک کیا جا رہا ہے لیکن دو چیزیں، مذہب اسلام اور دوسرا وفاق کے زیر انتظام علاقہ جو فاٹا کہلاتا ہے، ان کے ساتھ نادانستہ لفظ نہیں کہتا، دانستہ یعنی سوچ سمجھ کر ان دو چیزوں کے ساتھ ناانصافی کی جا رہی ہے۔

جناب والا! اسی نقطہ نگاہ کے حوالے سے میں بات شروع کروں گا۔ سود کے متعلق کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ایک ملعون چیز ہے لیکن اس بجٹ میں اس کو پذیرائی دی گئی ہے۔ جناب والا!

آپ سے مخفی نہیں ہے کہ قرآن مجید میں اس کے متعلق کھلم کھلا آیا ہوا ہے کہ یہ اسلام کی روح کے منافی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔اس کا ترجمہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے۔ جناب والا! یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ، اس کے علاوہ آئین پاکستان کی روح کی بھی یہ خلاف ورزی ہے جو ہمارے بجٹ میں اربوں، کھربوں روپے سود کے حوالے سے رکھے گئے ہیں۔ میں آپ کے سامنے آئین پاکستان کا حوالہ بھی دینا چاہوں گا۔ آئین کے آرٹیکل ۲۲۷ میں کہا گیا ہے کہ تمام موجودہ قوانین کو قرآن کریم اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا۔ جن کا اس حصے میں بطور اسلامی احکام حوالہ دیا گیا ہےاور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہوں۔ یہ تو آئین پاکستان کا حوالہ ہو گیا۔

اس کے علاوہ جناب والا! وفاقی شرعی عدالت ایک آئینی ادارہ ہے اور اس میں باقاعدہ کام ہوتا ہے، اس نے ۱۹۹۲ میں سود کو جسے ہمارے ملک میں جائز والا معاملہ کیا جا رہا ہے ، اس کے متعلق وفاقی شرعی عدالت نے ۱۹۹۲ میں خلاف فیصلہ دیا اور کہا کہ یہ خلاف شریعت ہے، یہ خلاف آئین ہے اس کو ختم کر کے اسلامی مالیاتی نظام کو ملک میں فروغ دیا جائے۔اس کے بعد ہمارے ملک کے بعض لوگ اس کیس کو سپریم کورٹ میں لے گئے۔ پھر سپریم کورٹ نے بھی اس کو خلاف شرع اور خلاف آئین قرار دیا ۔ مجھےاس وقت یاد نہیں ہے لیکن اس وقت سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں یہ بھی کہا تھا کہ اتنے دنوں میں اسلامی مالیاتی نظام کو ضرور بالضرور نافذ کیا جائے ورنہ پھر یہ، یہ اس طرح ہو گا۔میرے ذہن میں یہ بھی ہے کہ اس وقت ہمارے ملک کے بعض لوگوں نے سپریم کورٹ کو پھر نظر ثانی کے لیے اپیل کی۔اس کے بعد اس طرح چلا آرہا ہے لیکن قرآن سے ،آئین سے ،وفاقی شرعی عدالت سے اور سپریم کورٹ سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ سود غیر آئینی اور غیر شرعی چیز ہے اور کسی سے یہ مخفی نہیں ہے کہ یہ اسلام کی ایک کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ اس کے باوجود ہمارے موجودہ بجٹ میں اس کو فروغ دیا گیا ہے۔ اس کو ایک اہمیت دی گئی ہے کہ اس کے بغیر ہمارا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔جناب والا! اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں ہر چیز موجود ہے۔ ایک بندے کے پیدا ہونے سے لے کر اس کے مرتے دم تک اور لحد تک اسلام میں ہر چیز کا حل ہے۔ اس کے باوجود یہ حکومت سود سے اپنے آپ کو پیچھے نہیں ہٹاتی اور سود کو فروغ دیتی ہے۔ جناب والا! میرے کہنے کی غرض یہ ہے کہ ہمارے محققین نے، ہمارے سکالرز نے، ہمارے بڑے بڑے لوگوں نے اسلامی مالیاتی نظام باقاعدہ حکومت کو

پیش کیا ہوا ہے۔ اس کا حل ہے ،اس کے باوجود اس کو کوئی وقعت نہیں دے رہا، اس کو کوئی عزت نہیں دے رہا تو یہ اسلام کے ساتھ ایک کھلامذاق ہے۔ یہ موجودہ بجٹ ایک قانون ہے۔ یہ بھی ایک سال کے لیےایک قانون ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہوئے ایک بندہ اپنا سال چلالیتا ہے اس کے باوجود اس میں سود جیسی ملعون چیز کو پذیرائی دی گئی ہے۔

جناب چیئرمین ! اقتصادیات کے حوالے سے اور بہت سی غلطیاں ہیں۔ حدیث مبارک میں آیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اخراجات میں میانہ روی آدھی معیشت ہے۔ جناب والا! آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے ملک میں میانہ روی کا کتنا رواج ہے اور میانہ روی پر کتنا عملدرآمد ہو رہا ہے۔ اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہے۔ جب ہم تاریخ اور موجودہ ترقی یافتہ ممالک پر نظر ڈالتے ہیں تو جن قوموں نے شاہ خرچیاں ، فضول خرچیاں اور عیاشیاں کی ہیں وہ قومیں نیست و نابود ہو کر رہ گئی ہیں۔ قرآن مجید کے بہت سے واقعات اس کے شاہدہیں، اس کے برعکس جن قوموں نے میانہ روی اختیار کی ہے انہوں نے ہمیشہ خوشحالی کی زندگی گزاری ہے۔ جناب والا! مجھے کئی بیرون ملک دوروں کا موقع ملا ہے وہاں یہ جو ہمارے ملک میں شاہ خرچیاں اور فضول خرچیاں ہو رہی ہیں ، یہ ترقی یافتہ ممالک میں نہیں ہیں، بڑے بڑے ترقی یافتہ ممالک ہیں، ان کے پاس پیسہ بھی ہے، یہ بھی نہیں ہے کہ ان کے پاس پیسہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ان کے سربراہان مملکت، ان کے منسٹرز اور ان کے بڑے بڑے لوگ عام گاڑیوں میں گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں اور باقاعدہ ایک گاڑی میں اپنے ساتھ دو ، تین ملازمین سوار کرکے اشارے پر کھڑے ہوتے ہیں ، اشارہ کھل جاتا ہے تو پھر اپنے آفس کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں تو یہ ایک کھلا تضاد ہے کہ ہم ہیں غریب اور مستیاں شاہانہ کریں تو یہ اسلامی اصولوں کے بھی خلاف ہے اور صحیح ملکوں کی روایات کے بھی خلاف ہے۔

جناب والا! آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے ملک میں وزیراعظم اور وزرا کے ساتھ دس ، پندرہ گاڑیاں گھومتی پھرتی نظر آتی ہیں تو یہ شاہ خرچیاں اور فضول خرچیاں ہمارے ملک ، ہمارے بجٹ اور ہمارے خزانے کی بنیادیں کھوکھلی کر رہی ہیں۔ جناب والا! کتنے افسوس کی بات ہے کہ چھوٹے چھوٹے محکمے ہوتے ہیں ان میں وزیر مملکت، ان میں full minister اور اس کے ساتھ بیوروکریٹس اور اس کے ساتھ سیکریٹری مزے لے رہے ہیں تو یہ ایک کھلا تضاد ہے۔

جناب والا! یہ داستان بہت لمبی ہو جائے گی ، میں اٹھارھویں ترمیم کے متعلق بھی ایک بات کروں گا۔ اس میں کہا گیا ہے کہ دس یا گیارہ فیصد وزیر رکھے جائیں گے لیکن اپنی حکومت کا جو

tenure ہے اس میں خیر ہے۔ اس میں اس کو discuss نہیں کیا جائے گا اس کے بعد جو حکومت آئے گی وہ اس پر عملدرآمد کرے گی۔ یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟ ظاہر ہے یہ ایک کھلا تضاد ہے اور اس کو اس طرح نہیں ہونا چاہیے۔

جناب والا! میں اب فاٹا کی طرف آتا ہوں، میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا، مختصر طور پر عرض کروں گا۔ میں حیران ہوں کہ کہاں سے شروع کروں ۱۹۴۷ سے لے کر اب تک کسی نے صحیح طور طریقے سے نہیں سوچا ہے۔ قائداعظم مرحوم نے ہمارے لیے الگ منسٹری قائم کی اس کو سیفران کہا جاتا ہے۔ اس کا حشر جناب چیئرمین! آپ کو معلوم ہے کہ کیا جارہا ہے؟ قائداعظم مرحوم نے ہمارے لیے سیفران اس سوچ پر بنایا تھا تاکہ فاٹا والے ان کے قریب ہوں اور فاٹا والوں کے مسائل حل کرنے میں آسانی ہو۔ اب Ministry of States and Frontier Regions اور FATA Secretariat میں الگ رسہ کشی جاری رہتی ہے۔ وزیر صاحب ان کو کہتے ہیں کہ Rules of Business کے تحت ہم پارلیمنٹ کو جوابدہ ہیں لیکن bureaucracy کہتی ہے کہ ہم تو آپ کے جوابدہ نہیں ہیں۔ وہ direct گورنر کو جوابدہ ہیں اور پتا نہیں گورنر کس کو خط لکھتا ہے۔ یہ فاٹا والوں کو لیٹر تک لکھنا گوارہ نہیں کرتے۔ میں ان کا چیئرمین ہوں۔ Meeting میں ایک عجیب سی صورتحال پیدا ہو گئی کہ وزیر صاحب کہتے ہیں کہ آپ مجھے خط لکھ دیں، میں ان پر عملدرآمد کرواؤں گا۔ وزارت والے کہتے ہیں کہ نہیں ہم گورنر کو خط لکھیں گے، ہم آپ کے پابند نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین! ہمارے فاٹا میں ایک لامتناہی جنگ مسلط کی گئی ہے، حالانکہ جناب چیئرمین صاحب! Joint Session میں قرارداد کے مطابق یہ مسئلہ افہام و تفہیم کے ذریعے حل کرنے کی سفارش کی گئی تھی لیکن اس کے باوجود ہم پر بندوق اور تلوار مسلّط ہے۔ جناب! مجھ سے زیادہ آپ کو معلوم ہے کہ جنگوں سے مسائل کبھی ختم نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کو اور فروغ ملتا ہے۔ ہمارے فاٹا میں تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ آپ بندوق کے ذریعے ہمارے لوگوں کو مسخّر اور مغلوب کریں اور ان پر اپنا راج کریں۔ میری یہ تجویز ہے کہ جیسے Joint Session کی قرارداد میں کہا گیا ہے اس مسئلے کو افہام و تفہیم کے ذریعے حل کریں۔

جناب والا! آخر ہم جنگ کیوں کریں؟ کس کے لیے کریں؟ ہم امریکہ کے لیے جنگ کریں۔ جناب! ہم سو بار کہیں کہ یہ ہماری جنگ ہے لیکن یہ ہماری جنگ نہیں ہے، ہم اغیار کے لیے یہ جنگ لڑرہے ہیں۔ ہم اپنے جوان امریکہ کے لیے شہید کروارہے ہیں۔ اس ضمن میں ایک وزیر صاحب کا بیان

آیا جس کے لیے میں بہت افسوس سے کہتا ہوں انہوں نے کہا کہ ایک بھی بیگناہ اس جنگ میں شہید نہیں ہوا۔ جناب چیئرمین! میری کمیٹی کے سامنے 9 سو بیگناہوں کو معاوضہ دیا گیا ہے تو پھر یہ کیسے کہا جاتا ہے کہ اس جنگ میں کوئی بیگناہ شہید نہیں ہوا۔ ہم اغیار کے لیے جنگ لڑرہے ہیں۔ اگر ہماری جنگ ہے تو پھر یہ اس سے پہلے کیوں نہیں تھی۔

جناب چیئرمین! ہم نے اسی سیشن میں واک آؤٹ کیا تھا اس کے حوالے سے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔ ہمارے محترم صدر آصف علی زرداری آئے تھے اور دو دفعہ وزیر اعظم آئے تھے ، دونوں صاحبان نے کھلم کھلا وعدہ کیا تھا کہ اب کے بعد آپ کا بجٹ دگنا ہوگا۔ اس اعلان کے مطابق تقریباً 30 بلین روپیہ بنتا ہے۔ 2009–2008 میں ہمارے بجٹ کو cut کیا گیا اور فاٹا سیکر ٹریٹ کو ایک خط لکھا گیا کہ وہ اپنے منصوبوں کو مختصر رکھیں۔ جناب والا! یہ ہمارے ساتھ ایک مذاق ہے، ہمارے ساتھ ایک غیر والا سلوک کیا جارہا ہے۔ ویسے تو ہم سنتے رہتے ہیں کہ یہاں پر بھی ' غیر علاقوں ' کے نام سے بات کی جاتی ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! ہم غیر نہیں ہیں، ہم پاکستانی ہیں اور پاکستانی ہونے پر ہمیں فخر ہے۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ ، آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب چیئرمین صاحب! میں آخری دو باتیں کرنا چاہتا ہوں ۔ ہمارے فاٹا کے بہت سارے مسائل اور مشکلات ہیں، روزگار وہاں نہیں ہے، سرکاری ملازمت کا تناسب صرف دو فیصد ہے۔ صنعت اور جنگلات نہیں ہیں۔ یہاں پر تو لوگ بجلی اور load shedding کی بات کرتے ہیں لیکن ہمارے ہاں یہ سہولت نہیں ہے۔ میں اب آپ کے ساتھ صحت کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں ۔ ایک مصدقہ رپورٹ کے مطابق 18179 مریضوں کے لیے ایک ڈاکٹر دستیاب ہے۔ پاکستان میں یہ شرح 3646 ہے ۔ 2006 میں پورے فاٹا میں ڈاکٹروں کی تعداد 424 تھی ، پورے فاٹا میں چار ہسپتال ایسے ہیں جن میں سرجری کی سہولت موجود تھی، خواتین کی زچگی کے دوران اموات کی سب سے بڑی شرح بھی فاٹا میں ہے کیونکہ وہاں ہسپتال بہت کم ہیں اور جو ہیں ان میں سہولتوں کا فقدان ہیں۔ فاٹا میں خواتین ڈاکٹرز اور نرسوں کی شرح پاکستان کے کسی بھی علاقے کے مقابلے میں سب سے کم ہے۔

جناب چیئرمین! میں تعلیم کے حوالے سے کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ اس ضمن میں ہماری عجیب صورتحال ہے۔ اب جناب چیئرمین! آپ کے سامنے آخری مطالبات رکھ دیتا ہوں۔

1۔ فاٹا کے لیے 2011–2010 کا سالانہ بجٹ دگنا کر کے 30 بلین روپے مختص کیے جائیں اور ہر سال اس میں کم از کم پچاس فیصد اضافہ کیا جائے۔

2۔ اسلامی نظریاتی کونسل اور مشترکہ مفادات کونسل میں فاٹا کو نمائندگی دی جائے۔

3۔ خارجہ پالیسی پر نظر ثانی کی جائے اور خصوصی طور پر مسلم ممالک اور پڑوسی ممالک کے تعلقات کو مضبوط بنایا جائے۔

4۔ سودی نظام کے خاتمے اور اس کی حوصلہ شکنی کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

5۔ فاٹا دہشت گردی کے خلاف جنگ میں سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے اس لیے بیرونی امداد کا کم از کم پچاس فیصد حصہ فاٹا کو دیا جائے۔

6۔ فاٹا کو NFC Award میں حصہ دیا جائے۔

7۔ آخر میں آپ کی وساطت سے حکومت سے ایک اہم مطالبہ یہ کرتا ہوں کہ ہمارے فاٹا کو ایک صوبہ قرار دیا جائے، اگر صوبہ نہیں تو کم از کم الگ فاٹا کونسل بنا دی جائے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی صاحب۔

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحم۔ شکریہ، جناب چیئرمین صاحب! میں Finance Minister sahib کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک مختصر وقت میں بجٹ تیار کیا اور حقیقت پسندی پر مبنی بات بھی کی۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری سوسائٹی میں عموماً ایسا نہیں ہوتا اور Finance Standing Committee کے چیئرمین جناب احمد علی صاحب نے بھی جو سفارشات پیش کی ہیں یقیناً انہوں نے اس پر بہت محنت کی ہے، ان سفارشات کے بعد تقریر کرنے کا حق میرا نہیں بنتا لیکن مجھے پہلے بولنے کا موقع نہیں ملا تھا، اس کے لیے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آج آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔

جناب چیئرمین! یہاں بجٹ پیش کرنے کے بعد پچھلے کئی دنوں سے بجٹ پر تقریریں، تنقید اور بجٹ کی حمایت میں باتیں ہو رہی ہیں اور پورا پاکستان میڈیا کے ذریعے اس کو سن بھی رہا ہے۔ اکثر

ہمارے دوست تنقید کرتے ہیں اور تنقید بھی اس انداز سے ہو رہی ہے کہ پاکستان سیاسی، انتظامی اور معاشی بحران کی صورتحال سے گزر رہا ہے۔ روایتی تنقید ہماری سیاست کا حصہ ہے۔ شاید ہمیں احساس نہیں ہے کہ ہم ایک روایتی تنقید سے ہٹ کر اس قوم وملت کی، جو پچھلی کئی دہائیوں سے بہت بڑے بحران سے گزر رہی ہے، رہنمائی کریں اور قوم کو ایک منزل کی طرف رواں دواں کرنے کے لیے ایک قومی ایجنڈا تیار کریں۔ تنقید اس طریقے سے ہو رہی تھی، کچھ لوگ پچھلی کئی دہائیوں سے ایوان اقتدار میں جن کی روحیں منڈلارہی ہیں وہ بھی تنقید کر رہے تھے اور انہوں نے کبھی اپنے گریباں میں نہیں دیکھا کہ آج اس ملک کی جو انتظامی، سیاسی اور معاشی حالت ہے ان تنقید کرنے والوں کا کتنا اس حالت میں حصہ رہا ہوگا؟ یقیناً انہوں نے یہ سوچ کر اس روایت کو دہرایا جو ہمارے معاشرے کا حصہ ہے کہ تنقید تو کی جاتی ہے اور یہ بھی دکھایا جا رہا ہے کہ یہاں ہمارے کچھ سینیٹر صاحبان نے عوام دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے اس بجٹ پر اپنی نکتہ چینی کی۔ یقیناً سادہ لوح لوگوں نے یہ بھی سنا ہوگا کہ فلاں شخص جو کہ بہت بڑا سرمایہ دار ہے اور پچھلی کئی دہائیوں سے انہی ایوانوں میں ہیں، بہت بڑے جاگیردار ہیں جو کئی دہائیوں سے کسی نہ کسی حوالے سے کہیں نہ کہیں پہنچتے ہیں وہ میڈیا کے ذریعے ایک تاثر دینا چاہتے تھے کہ وہ عوام دوست ہیں اور مستقبل کی planning صرف یہ تھی، ان کی تنقید اور نکتہ چینی کا مقصد ہی یہی تھا کہ وہ کل آنے والے الیکشن میں عوام کو یہ بتاسکیں کہ وہ ان کے خیر خواہ ہیں۔ جناب چیئرمین! مجھے بڑا افسوس ہے کہ ہم نے آج تک تاریخ سے سبق نہیں سیکھا۔ مجھے بڑا افسوس ہے کہ عوام کی نمائندگی کرنے کا دعویٰ کرنے کے باوجود ہم نے سچ کا سہارا نہیں لیا مگر اس فرسودہ روایت کو دہراتے رہے جس میں تنقید برائے تنقید تو یقیناً ہے مگر یہ سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کرنا ہے۔ اس قوم کی رہنمائی مجھے کہیں بھی نظر نہ آئی۔

جناب چیئرمین! زندہ قومیں، منظم قومیں اور غیرت مند قومیں اپنا ایک سیاسی، انتظامی، معاشی، معاشرتی، اخلاقی، قومی اور مالیاتی ایجنڈا تیار کرتی ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج جس بجٹ پر بحث ہو رہی ہے یہ تمام قومی ایجنڈے کا ایک جز ہے۔ ہم کل کو بھول اس لئے گئے ہیں کیونکہ کچھ لوگوں کے مسلسل ایوان اقتدار میں بیٹھنے کے بعد اس ملک میں روز بروز غربت اور افلاس بڑھتا جا رہا ہے۔ اس غربت اور افلاس کے اس احساس کو exploit کرنے کے لئے صرف اور صرف اس قومی ایجنڈا کے اس جز پر تنقید کی گئی جس کو بجٹ کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ کہا گیا ہے کہ بجٹ خسارے کا ہے۔ جناب چیئرمین! یہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ regulatory duty 01% سے مہنگائی کا ایک سیلاب آجائے گا اور یہاں

یقیناً کچھ لوگوں نے کہا کہ ڈالر 60 روپے سے 84 روپے تک پہنچ گیا ہے۔ یہاں یہ بھی کہا گیا کہ اس ملک کو سودی نظام نے برباد کیا مگر اس کے تاریخی پس منظر اور حقیقتاً اس کی بنیاد پر کسی نے بات نہیں کی۔ جناب چیئرمین! میں ذرا اس issue پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ جب پچھلی حکومت آئی اور میں ہمیشہ ایک بات کہتا ہوں اور آج on record کہنا چاہتا ہوں کہ جب بھی اس ملک میں مارشل لاء لگتا ہے، جب بھی آمریت آتی ہے وہ ملک کے اندرونی حالات کی وجہ سے نہیں آتی۔ جب بھی آمریت آتی ہے اس کو لایا جاتا ہے بیرونی قوتوں کے اشارے پر کیونکہ ان کے پاس قومی اور ملکی ایجنڈا نہیں بلکہ خطے کے اندر ایک سیاسی ایجنڈا ہوتا ہے جس کو new world order کا ایجنڈا کہا جاتا ہے۔ جب بھی اس ملک میں مارشل لاء لگا ہے، بیرونی اور مغربی قوتوں نے جو دعویٰ کرتی ہیں انسانی حقوق کا، جو دعویٰ کرتی ہیں democracy کا، انہوں نے اس آمریت کی سرپرستی کی ہے۔ کبھی یہاں ڈالروں سے بھری نہریں بہی ہیں اور کبھی قرضوں کو reschedule کیا گیا۔ یہاں ہمارے اپوزیشن کے ساتھیوں نے کہا کہ خسارے کا بجٹ ہے اور اس پر 01% regulatory duty لگانے سے مہنگائی کی بھرمار ہوگی۔ جناب چیئرمین! میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ جب پچھلی حکومت کو سامراجی قوتوں کے ایجنڈا کے تحت، کیونکہ ان قوتوں نے یہاں پر ایک نئی جنگ کا آغاز کرنا تھا اور افغانستان کے اندر داخل ہونا تھا تو انہوں نے سرپرستی اس طریقے سے کی۔ میں ان تمام معاملات کے بارے میں تھوڑا سا پس منظر میں جانا چاہتا ہوں۔ پچھلی گورنمنٹ نے اگر ایک بجٹ بنایا۔ اپوزیشن نے کہا کہ پچھلی گورنمنٹ نے کتنا اچھا بجٹ بنایا۔ عوام کو گمراہ کرنا مسائل کا حل نہیں ہے۔ عوام کی راہنمائی کرنا اور اس ملک کے اصل مسائل کی طرف توجہ دینا ایک سیاسی راہنما کا اور اس ایوان کا حق بنتا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ احساس ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں محسوس نہیں ہو رہا ہے کہ اس ملک کا مستقبل کہاں جا رہا ہے؟ پچھلی گورنمنٹ نے جب حکومت سنبھالی تو 12.8 billion dollars bi-lateral loans تھے۔ 2001ء میں اس قرضے کو reschedule کیا گیا اور 2008 تک کوئی قرضہ، کوئی سود اور کوئی قسط اس حکومت کو ادا نہیں کرنا پڑا۔ انہوں نے یہ ڈرامہ رچایا کہ وہ معاشی طور پر اتنے فعال لوگ تھے کہ انہوں نے اتنا اچھا بجٹ پیش کیا۔ کیونکہ جنگ وہ کسی اور کی لڑ رہے تھے۔ جن کی جنگ لڑی جا رہی تھی انہوں نے اپنے قرضے reschedule کئے۔

جناب چیئرمین! ساتھ ساتھ پچھلی گورنمنٹ کو ایک incentive اس طریقے سے دی گئی اور یہاں کہا گیا کہ سفارتی آداب کا احترام کیا جائے۔ یقیناً آداب ہوں گے۔ سعودی عرب کی حکومت

پچھلی گورنمنٹ کو سالانہ ڈیڑھ بلین ڈالر کا تیل deferred payment cost پر دیتا رہا۔ وہ بھی اس war against terror جس کی سامراجی قوتوں نے بنیاد رکھی اس کو چلانے کے لئے ہر سال سعودی عرب کی حکومت کی طرف سے پچھلی حکومت کو یہ سہولت حاصل رہی۔ ہماری گورنمنٹ کو آج یہ سہولت بھی حاصل نہیں۔

جناب چیئرمین صاحب! پھر ورلڈ بینک اگر کسی پراجیکٹ پر قرضہ دیتا ہے۔ مگر ہوا یہ کہ شوکت عزیز صاحب کی حکومت نے 7.5 billion dollars کا قرض cash payment پر لیا۔ جو انتہائی زیادہ شرح سود پر تھا اور انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے خزانے کو بھر دیا ہے۔ آج ہم نے ملک کو وہاں پر پہنچا دیا ہے کہ جہاں ہماری مجبوری بن گئی ہے کہ ہم اس ملک کے نظام کو چلانے کے لئے IMF سے loan لیں اور تنقید یہاں ہو رہی ہے اور تنقید یہاں یہ کی جاتی ہے اور کچھ لوگوں نے یہ بھی تنقید کی ہے کہ غیروں کی جنگ سامراجی قوتوں نے پچھلی حکومت میں ہمارے سر پر پھینکی۔ کسی صورت بھی یہ ہماری جنگ نہیں تھی مگر آج اس جنگ سے ہم نکلیں گے یہ کوئی آسان بات نہیں ہے۔ اس پر وقت لگے گا۔ جناب چیئرمین! ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ کئی دہائیوں سے جن لوگوں نے مختلف ادوار میں اس ملک کے ایوان اقتدار کے مزے لوٹے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آج اس بحرانی کیفیت میں، آج اس سیاسی، معاشی، انتظامی اور معاشرتی بحرانی کیفیت میں ان لوگوں نے، جنہوں نے dictators کا ساتھ دیا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ایک نئے پاکستان کے آغاز کے لئے، ایک نئی منزل کی طرف جانے کے لئے جس طرح کلیسا میں confession chambers ہوتے ہیں، وہ confess کرتے کہ ان کا یہ یہ جرم ہے لیکن انہوں نے بار بار بجٹ پر تنقید کی جو کہ قومی ایجنڈے کا جز ہوتا ہے۔ کیا وہ بھول گئے کہ انہوں نے سیاسی جرم کیا اور سامراجی قوتوں کا ساتھ دیا، انہیں قوم سے معافی مانگنی چاہیے تھی۔ کیا انہوں نے آٹھویں ترمیم اور سترھویں ترمیم کے ذریعے پارلیمانی نظام کو نہیں بگاڑا؟ انہیں قوم سے معافی مانگنی چاہیے تھی مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ہم confession کرنے کی بجائے الزام تراشیاں کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب conclude کر لیجیئے۔

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: جناب چیئرمین! آپ مجھے تھوڑا وقت دیں، میں تین چار دن سے انتظار میں تھا۔ میں معذرت چاہتا ہوں۔ جناب چیئرمین! مجھے یہاں پر ایسا بھی

محسوس ہوا کہ ہماری اتحادی پارٹیوں نے بھی اتنی تنقید کی جیسے یہاں پر واحد پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت ہے۔ ایسے تنقید کی کہ وہ اپوزیشن میں بیٹھے ہیں اور کسی کابینہ یا کسی بھی جوائنٹ پارلیمانی اتحاد کی کسی میٹنگ میں نہیں بیٹھے۔ مجھے اس پر بہت افسوس ہے کہ اس طریقے سے سیاست کی جارہی ہے۔ اس طریقے سے ملک کے مسائل کو حل نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں VAT پر تنقید ہوئی، انہوں نے کہا کہ GST کو ایک فیصد بڑھایا گیا، VAT ایک uniform tax ہوگا کیونکہ GST میں کئی بڑی lobbies ہیں، کئی بڑے بڑے cartels نے اپنے آپ کو مختلف حوالوں سے ٹیکسوں سے بچایا۔ آج یہ دن ہے کہ ہم قومی ایجنڈا اور سیاسی ایجنڈا طے کریں۔ جناب والا! یہاں پر ایک بہت بڑے سرمایہ دار سینیٹر صاحب نے کہا کہ انقلاب آجائے گا، ان کے رونگھٹے کھڑے ہورہے تھے، وہ عوام دوستی اور غریب پرستی کا دعویٰ کر رہے تھے۔ اگر اس ملک کو مزید بھکاری بنانا ہے تو اس قسم کے ڈراموں سے چلایا جائے۔ ہمیں آج سیاسی ایجنڈا طے کرنا پڑے گا تاکہ ہم اس ملک کو ان مسائل سے نکالیں۔ میں کہتا ہوں انقلاب آنا چاہیے، welcome انقلاب، غربت کے خلاف انقلاب آنا چاہیے، ناخواندگی کے خلاف انقلاب آنا چاہیے اور کرپشن کے خلاف zero tolerance انقلاب آنا چاہیے، اگر انقلاب نہیں آئے گا تو روزانہ کرپٹ لوگ اس ملک کو لوٹتے رہیں گے۔ ہم اور آپ پریشان ہونگے، یہاں ایوان اقتدار میں بیٹھ کر تنقید تو کریں گے، ٹیلی ویژن پر لوگوں کو سنیں گے مگر اس ملک کے مسائل حل نہیں ہونگے۔ یہاں ایسی قوتیں ہیں جنھوں نے عرصے سے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ کل میں نے بہت بڑے لیڈر کی بات سنی، انہوں نے کہا کہ ہم جب آئیں گے، اسلامی دنیا کا جب قرض ہمیں ملے گا اس پر کوئی سود نہیں ہوگا۔ کچھ قوتیں پاکستان کو اس انداز میں رکھنا چاہتے ہیں کہ نہ جئے، نہ مرے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ یہ ہورہا ہے، امریکہ نے یہ کیا، فلاں نے یہ کیا۔ Friends of Pakistan نے بھی ہمارے ساتھ کوئی اچھائی نہیں کی۔ ایک اسلامی ملک جس کا آج دعویٰ کیا جارہا ہے وہ ہمارے ساتھ اتنی اچھائی کرے گا، بیس ملین ڈالر، بائیس ملین ڈالر اس نے Friends of Pakistan کے لیے deposit رکھا ہے۔ آج آپ اپنے اردگرد دیکھیں کیا ہورہا ہے، پاکستان کے لوگوں کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہوگا، پاکستان کے لوگوں کو فیصلہ کرنا پڑے گا کہ کیا وہ اسی انداز میں زندگی گزاریں گے کہ جب کوئی اور حکومت آئے تو وہ کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ ہمیں یہاں فیصلہ کرنا پڑے گا کہ اس تمام نظام کو اسی طریقے سے چلائیں یا انقلاب کی تیاری کریں۔ یہاں پر سیاسی structure کے اندر اس لیے خلاء پیدا کیا گیا، یہاں elimination of leadership اس لیے کی گئی کہ انقلاب آرہا تھا، غربت ختم ہورہی تھی، پاکستان قرضوں کے بوجھ سے

نکل رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ انقلاب آئے گا، میں کہتا ہوں انقلاب آنا چاہیے۔ اگر اس طریقے سے ہم کرپٹ نظام کو آگے بڑھائیں گے تو انقلاب آئے گا۔ کرپٹ لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ انقلاب ایک خطرناک چیز ہے تو اپنے رویوں اور روش میں تبدیلی لانی پڑے گی۔ اگر سمجھتے ہیں کہ غربت اتنی زیادہ ہے، کل پنجاب میں ایک شخص نے اپنی پوری فیملی کو قتل کیا، یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے، یہ اس لیے نہیں کہ صرف پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اور ہماری وجہ سے غربت ہوئی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے لوگ کئی دھائیوں سے مختلف ادوار میں، مختلف شکلوں میں اقتدار کے مزے لوٹتے رہے ہیں انہوں نے deliver نہیں کیا۔ انقلاب آئے گا تو یقیناً ان لوگوں کو سزائیں ملیں گی جنہوں نے ایوان اقتدار کو لوٹا اور deliver نہیں کیا۔ اگر اس سے بچنا ہے تو آج سیاسی، معاشی، انتظامی، معاشرتی اور مالیاتی ایجنڈا طے کرنا ہوگا۔ مستقبل کی طرف اپنے سفر کو کس طرح طے کرنا ہے۔ اگر ایجنڈا اس طریقے سے طے ہو تو وہ لوگ جنہوں نے سیاسی کرپشن کی ہے وہ قوم سے معافی مانگیں، جنہوں نے آمریت کا ساتھ دیا ہے وہ قوم سے معافی مانگیں اور ایک نئے دن کا آغاز ہو۔ اگر ہم سمجھتے ہیں کہ بجٹ پر تنقید کرنے سے پاکستانی عوام خوش ہوں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یقیناً کچھ دن کے لیے تو خوش ہوں گے، نئے اقتدار میں آنے والے آدمی کی شکل بدلے گی مگر اس ملک کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ یہ ملک عالم اسلام کی واحد ایٹمی طاقت ہے جس پر صہیونی، سامراجی قوتوں کی نظر ہے اور آج فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم ایک نئی صبح کا آغاز کرنے سے پہلے تمام معاملات طے کرتے ہوئے، قومی ایجنڈا طے کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے، بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: طارق عظیم صاحب آپ بولنا چاہیں گے۔

سینیٹر طارق عظیم خان: جی ہاں۔

جناب چیئرمین: کتنا وقت لیں گے۔

سینیٹر طارق عظیم خان: جتنا آپ allow کریں گے۔

جناب چیئرمین: دس منٹ ٹھیک ہے۔

سینیٹر طارق عظیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! میں سب سے پہلے اپنی فنانس کمیٹی کو مبارکباد پیش کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے بڑا hard work کیا اور اتنے efficient طریقے سے نہایت کم وقت میں اپنا کام مکمل کیا۔ کمیٹی کے سب ممبران مبارکباد کے مستحق

ہیں۔ اس کے بعد میں تقریر کی طرف آتا ہوں۔ ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے جو تقریر کی تھی اس پر general consensus ہے کہ

It was an excellent speech but also that is a shared apprehension that some noble intentions or relieving the miseries of the people may not be released because of poor governance and resources ending up in the wrong hands. Honourable Minister's speech was like listening to a good professor, giving a lecture and explaining the vagrancies of the economic terms but unfortunately while he outlined all the shortcomings of the present economic system, he termed his budget as he did as a fresh approach to economic management. Sir, it still leaves us to believe that there were nothing fresh especially when it comes to implementation of his proposals. May be we have to wait for another lecture from the honourable professor in the form of a mini budget that will come next October.

First some general points, general observations at the end of 2006−07 our external debt and liabilities stood at 40.3 billion dollars but by March this year these had risen to 54.2 billion dollar, a rise of 35%. In the same period, public debt had doubled. Mr. Chairman! you will recall that it had taken us 60 years to reach a public debt of 4814 billion rupees but it took us less than three years to make it double 8922 billion. It is very serious cause of concern. Mr. Chairman, juggling the numbers, putting the money from one pot into another will not do unless we address the core issues of corruption and mismanagement. It does not matter how much money you pour into the Steel Mills, the Railways or PIA, so long there is planned corruption, more importantly with full protection. No amount of planning will do. These white elephants have no end to their hunger for looting this poor country.

Mr. Chairman, IMF dictated reduction of the subsidies of 180 billion to a paltry 87 billion rupees. These subsidies are reduced, are abolished on consumer items such as wheat, tea, rice, ghee, pulses and other commodities needed by the poor people. Sir, 8 billion rupees subsidy which was met for agriculture sector, for tube wells in Balochistan even that has been taken away.

Mr. Chairman, how shameful that while subsidies have been withdrawn from the poor who need them most but they end up in the laps of the corrupt mafias operating in these organizations such as Steel Mills.

جب ہم Steel Mills کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو ایک دو نام جو سامنے آتے ہیں، اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے کہ لوگ کیوں اتنے لال، پیلے ہو جاتے ہیں۔ غریب عوام کا پیٹ کاٹ کر اربوں روپے کی subsidy ان مجرموں کے پیٹوں میں جا رہی ہے۔

جناب چیئرمین! ہمارے honourable Minister sahib نے جب food security کی بات کی تو we must also remember that food security and the energy security they go hand in hand and I welcome the remarks made by the honourable Minister that he is setting up an Energy Development Fund. That is a welcome step. Honourable Minister quoted Quaid–e–Azam, Muhammad Ali Jinnah's famous words and I quote again Mr. Chairman:

"Providence has endowed with all the wealth of the nature and now it lies with man to make the best of it."

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت ساری چیزوں سے نوازا ہے جناب چیئرمین۔ We have got all the rivers, we have got all the glaciers. Let us remember دنیا میں ایسی بھی قومیں ہیں، ایسے بھی ممالک ہیں جہاں پر ایک بھی نہر نہیں ہے۔ ہمارے ہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب کچھ دیا ہے اور سال ہا سال کے لیے دیا ہے۔ ہمیں اس سے اب بہترین فائدہ اٹھانا چاہیے نہ کہ ان کو ضائع کر دینا چاہیے۔ اس لیے میں اب بات کروں گا جناب چیئرمین! کہ جب ہم بات کرتے ہیں اور اس پر

خود بات کی ہے honourable Minister sahib نے کہ hydel energy ہماری ضرورت ہے۔ سب سے سستی energy hydel energy ہے لیکن unfortunately, ایک subject, a subject which is met purely for the professionals, for the engineers is hotly debated here in the House and on other fora whereas it should be purely the subject for the professionals to decide. Sir, I refer to Kala Bagh Dam. ہمارے پاس ایک natural dam ہے and everybody says that it is going to be the poorest form of energy جو ہم وہاں پر پیدا کر سکتے ہیں and of course, we need to make Diamer Bhasha Dam but that is going to take with a rough estimate 8 to 11 years. We have got a Dam which can be made and be ready in 4 to 6 years. اور اس کی return بھی اتنے ہی سالوں میں ہو جائے گی۔ Sir, these are the things that we need to discuss calmly, coolly and we need to build up the consensus اور consensus کے لیے اور consultation کے لیے، may I suggest sir, that instead of having a hot debate not only in this House, in the National Assembly, in the provincial assemblies, what we need to do is, get international bodies like International Commission on Large Dams or perhaps International Hydro Power Association. ان کے engineers کو، ان کے consultants کو بلائیے and let them give briefing to the National Assembly and this House together. پھر coolly and calmly اس چیز کو decide کریں کہ کیا یہ workable ہے یا نہیں ہے۔

(Interruption)

جناب چیئرمین: زاہد صاحب! please آپ ذرا صبر کے ساتھ سنیں۔

(Interruption)

جناب چیئرمین: زاہد صاحب! آپ مہربانی کرکے بیٹھ جائیے۔ آپ تحمل کے ساتھ سنیں۔ ان کا حق ہے بولنے کا۔

(Interruption)

سینیٹر طارق عظیم خان: زاہد بھائی! یہ سارے پاکستان کا مسئلہ ہے، یہ صرف آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔

(Interruption)

Mr. Chairman: Bilour sahib, please sit down. Dr. Khalid Soomro sahib, please sit down, Mashhadi sahib, please sit down.

(Interruption)

سینیٹر طارق عظیم خان: یہاں پر consultation and consensus building کی بات ہو رہی ہے۔ آپ وہ بھی نہیں کرنا چاہتے۔

(Interruption)

جناب چیئرمین: اچھا اب آپ کی آواز سن لی گئی ہے، اب آپ بیٹھ جائیے۔

سینیٹر طارق عظیم خان: جناب والا! یہ کسی کی بات نہیں سننا چاہتے۔

(Interruption)

جناب چیئرمین: اچھا اب آپ بیٹھ جائیے۔ Please sit down, please sit down. اچھا ٹھیک ہے بلور صاحب! میں نے آپ کی بات سن لی ہے۔ زاہد صاحب! میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں کہ آپ مہربانی کر کے بیٹھ جائیں۔ I am requesting all of you to please sit down. Everybody should sit down. طارق صاحب! ذرا keep everything smooth کیونکہ یہاں پر emotions involved ہیں۔ آپ ذرا آرام سے آگے چلیں کیونکہ آپ نے اپنی بات کر لی ہے۔

Senator Tariq Azim Khan: Sir, I will finish my arguments. I will not be shut down like this. I will finish my arguments. My argument is for consensus building and for consultation.

(Interruption)

جناب چیئرمین: اب آپ بیٹھیں اور سنیں تو سہی۔ حاجی صاحب! دیکھیں، جمہوریت کیا ہے۔ یہ تو جمہوریت کی نفی ہے۔ اگر آپ ان کے views نہیں سننا چاہتے تو یہ Parliamentary practice کے خلاف ہے۔

(Interruption)

Mr. Chairman: OK. Now the House is adjourned for 15 minutes.

____

(The House was then adjourned for 15 minutes.)

____

[The House was reassembled after a break with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair]

____

Mr. Chairman: Tariq sahib, please continue.

Senator Tariq Azim Khan: Sir, there are couple of more specific points. It is often said that the figures cannot lie but you can present the figures in such a way that they begin to give a completely different picture. For example, unless and until we have got a proper data, we have got proper figures and there is no manipulation and there is a proper representation, may be we can begin to rely on the figures.

We have heard many times before, Mr. Chairman! People talk about figures being fudged. People are not trusting the figures that are given out by the Statistic Department. So, even recently it is being said and written in the media that a definition, and I am glad that honourable Minister is present here and he will probably bear me out and contradict what I am going to say that even the definition of public debt was being changed. For example, the IMF debt has been totally taken out which means it is going to be

reduced by approximately 700 billion rupees and thus bringing it down below 60% as is laid out in the Fiscal Responsibility and Debt Limitation Act, 2005.

So, Mr. Chairman, I recommend that there is a body, a totally independent body which is trusted by everybody. And that independent Federal Bureau of Statistic should be headed by a respectable person, a person who is trusted by each and every person, so we get out of this cycle of each subsequent government, charging the previous government of either fudging the figures and not being reliable that should stop, that does not help us, does not help in economic planning and does not give us a good image overseas.

Now a word about VAT (Value Added Tax). We have already talked a lot about Value Added Tax, sir. Honourable Minister has not mentioned this word in his speech, may be for good reasons too. He talks about reformed GST. Mr. Chairman, it has taken us almost 20 years to register a minimum 08% to 10% of the traders and the businessmen for GST. What makes us think and belief that another exercise of similar type will succeed in registering more people for Value Added Tax. Mr. Chairman, as you are very well aware that the Value Added Tax fully depends on registration and keeping of the proper records. Input and output is a must and unless you understand that there will be a massive corruption, for example, export which are zero rated, people will be claiming exemptions and load of refund which has happened in the past and I am afraid that it will become even worst.

In an economy which is generally accepted that a black economy far exceeds our documented economy in this country. Where people, the traders do not talk about, not giving proper

receipts but they talk about rokra (روکڑا) or cash. Where people, the traders do not talk about lakhs and crores, they talk about khokha (کھوکھا) and paity (پیٹی). This is the way they do the things. How many paities (پیٹی) how many khokhas (کھوکھا), they do not talk about لاکھوں but they talk about کھوکھوں. So, this is a kind of system that we are already having in our country. So, when it comes to proper paper work, I am afraid we are going to fall short of it and the whole registration system is absolutely essential and paramount for having VAT. Therefore, I believe that the people who are going to be on the receiving end, at the end of the chain, the shopkeepers will only turn around and tell everybody that listen the Government has already put 15% Value Added Tax or whatever and the poor person, the consumer, he will quit paying that 15% or 20% for no rhyme and reason. Instead of reducing or adding more taxes, I think it is important, Mr. Chairman, that we instead of putting more taxes, we need to decrease the corruption, increase the efficiency and not to increase the taxes.

In worldwide, there is just a system and the system is very simple, your ability to pay is equivalent to your taxes. In other words it is proportionate to your income. The more you earn the more you pay. Unfortunately,

یہاں پر تو جناب چیئرمین! الٹی گنگا بہتی ہے۔ جو امیر ہیں وہ tax دینا نہیں چاہتے اور جو غریب ہیں وہ tax دیتے نہیں ہیں چونکہ وہ دے نہیں سکتے۔ جو tax دینا بھی چاہتا ہے، وہ دے نہیں سکتا کیونکہ اس کی جیب میں تو ٹیڈی پیسہ بھی نہیں ہے اور جو مہنگائی کا سیلاب ہے کہ تھمتا نہیں ہے۔ بڑھتی ہوئی جو corruption ہے، جو اس ملک کو کھائے جا رہی ہے، اگر اس کو نہ روکا گیا جناب چیئرمین! I am afraid ایک دن ایسا آسکتا ہے جب عوام کہیں گے؛ “can’t pay, will not pay.” جب simply tax دینے سے انکاری ہو جائیں گے because they cannot afford to pay

جب وہ دن آئے گا جناب والا! تو کیسے ڈالیں گے آپ 16 کروڑ اور 18 کروڑ لوگوں کو جیلوں taxes.
میں۔ آپ نہیں ڈال سکیں گے۔ یہی تو problem ہے جناب والا! کہ unfortunately, these are the elements which lead to revolution and for God's sake let us stop it now while we have time. Thank you very much Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Thank you. Haji Adeel sahib, move your Privilege Motion.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: یہ ایک مشترکہ Privilege Motion ہے

Privilege Motion; Re: A Lawyer's defaming and discrediting of remarks against the Parliamentarians.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب! یہ مشترکہ privilege motion ہے جس میں پاکستان پیپلز پارٹی، MQM, اور JUI میرے ساتھ ہیں۔ جناب! ایک وکیل صاحب جن کا نام اکرم شیخ ہے، انہوں نے عدالت کے اندر اور باہر صحافیوں کے متعلق یہ کہا کہ ان کو لفافے ملتے ہیں اور جب صحافیوں نے اس پر اعتراض کیا تو انہوں نے اسی وقت معافی مانگ لی۔ لیکن ہمارے متعلق اور خصوصاً 18th amendment کی جو کمیٹی تھی، اس کے متعلق کہا کہ یہ پارلیمانی کمیٹی ججوں کے تقرر کی اہل نہیں ہے، اس میں ان پڑھ نمائندے بیٹھے ہیں۔ اس میں ہمارا ججوں سے مقابلہ بھی کیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا پارلیمانی کمیٹی کے لوگ ان پڑھ تھے؟ بلکہ بعض اخبارات نے لکھا کہ جاہل، ان پڑھ اور بے وقوف ہیں۔ ایک وکیل کو کیا حق پہنچتا ہے کہ قوم کے منتخب نمائندوں کے متعلق اس قسم کے الفاظ ادا کرے؟ وہ منتخب نمائندے جنہوں نے تقریباً ساڑھے نو ماہ مسلسل میٹنگیں کیں۔ وہ اپنی پارٹیوں کے نمائندے تھے اور فیصلہ جب دونوں ایوانوں میں آیا تو سو فیصد نے اس کو support کیا۔ اب ایک وکیل اگر ہمیں گالیاں دے، ہم نے Bench and Bar کو ان ایوانوں میں کبھی criticize نہیں کیا اس کے باوجود کہ Bench کی طرف سے بھی ہمارے متعلق ایسی باتیں کی گئیں، جو نہیں ہونی چاہییں تھیں۔ اگر Bench کے سامنے Bar کا کوئی نمائندہ ہمیں criticize کرے تو Bench کو اسے روک دینا چاہیے۔

جناب چیئرمین! اگر ہم میں سے کوئی کسی جج کے بارے میں بات کرے تو آپ ہمیں روک دیتے ہیں بلکہ ایسا کبھی ہوا ہی نہیں کیونکہ ہم نے کبھی بات ہی نہیں کی لیکن ججوں کے سامنے

parliamentarians کو ان پڑھ، جاہل یا کم پڑھے لکھے کہیں اور خصوصاً اٹھارھویں ترمیم والی کمیٹی، جس میں تمام پارٹیوں کے نمائندے تھے۔ یہ سپریم کورٹ کے اندر ہی نہیں بلکہ باہر Press کے سامنے بھی کہا گیا اور تقریباً انگریزی اور اردو کے تمام اخبارات میں یہ خبر چھپی ہے۔ ابھی تک ان کی طرف سے کوئی واضح تردید نہیں آئی ہے اور نہ انہوں نے آپ کو approach کیا ہے یا کوئی وضاحت کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں ایوانوں کی مشترکہ privilege ہے، اسے Privilege Committee کو refer کر دیں اور وہاں پر پتا چل جائے گا کہ انہوں نے یہ بات کی ہے۔ اگر وہ معذرت نہیں کرتے تو جو procedure ہے۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جی بخاری صاحب۔ ٹھیک ہے the motion is in order, it is referred to the Committee on Rules of Procedures and Privileges.

(ڈیسک بجائے گئے)

Mr. Chairman: Mrs. Farah Aqil.

Resumption of the General Debate on the Budget 2010-11

سینیٹر فرح عاقل: شکریہ جناب چیئرمین! کہ آپ نے مجھے موقع دیا، میں کوشش کروں گی کہ to the point بات کروں۔ بجٹ کے بارے میں کافی باتیں ہو چکی ہیں، میں دو، تین چیزیں point out کر سکتی ہوں۔ جیسا کہ آپ کو پتا ہے کہ جمہوری حکومت قائم ہوئے دو سال ہو چکے ہیں اور لوگوں کو جمہوری حکومتوں سے کچھ توقعات ہوتی ہیں۔ میں نے پچھلے سال بھی یہ بات کی تھی اور اب بھی یہی کہہ رہی ہوں کہ لگتا ہے کہ لوگوں کی وہ توقعات پوری نہیں ہوئیں۔ ویسے شیخ صاحب نے اپنی ساری short comings کا اعتراف کیا، انہوں نے بتایا کہ اس حکومت کو کتنے challenges درپیش تھے۔ ایسے نامساعد حالات میں بجٹ پیش کرنا میں سمجھتی ہوں کہ کافی مشکل کام تھا۔ بہرحال انہوں نے اپنی طرف سے بہت کوشش کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ذکر کیا کہ انہوں نے غریبوں کو سامنے رکھتے ہوئے، ان کے لیے بہت کچھ سوچا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے government employees کی تنخواہوں میں 50% کا اضافہ کیا ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ان باتوں سے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا کیونکہ جس طریقے سے مہنگائی اور inflation بڑھتی جا رہی ہے تو 50% increase مذاق ہی لگتا ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ حکومت کوئی ایسا طریقہ کار اپنائے کہ مہنگائی کا خوفناک طوفان روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے اور عام

استعمال کی چیزوں پر اس کا بہت اثر ہے، اس کو control کیا جائے۔ مہنگائی جتنی بڑھ رہی ہے، تنخواہوں میں اضافہ اس کے سامنے ایک مذاق لگتا ہے کیونکہ آپ اس کو cover نہیں کر سکتے۔

جناب! ہم سب یہ بات جانتے ہیں کہ کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے تعلیم کس قدر اہمیت رکھتی ہے۔ کتنے سالوں سے تعلیم کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اور اس سال بھی جیسا کہ دیگر ممالک کی طرح 7% of GDP کم از کم ہونا چاہیے لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ GDP کا تقریباً 2.4% رکھا گیا ہے جو کہ بہت ہی ناکافی ہے اور اس کا بھی 1.76% utilize ہوا ہے تو یہ بہت ہی پریشان کن صورتحال ہے کیونکہ اگر ہم education کو seriously نہیں لیں گے اور صرف بیان بازی کی حد تک اپنی تقریروں اور بجٹ میں یہ ذکر کریں گے کہ ہم education کے سلسلے میں بہت serious ہیں مگر عملی طور پر اس طرح کے اقدامات نہیں لے رہے، جس طرح کے لینے چاہییں۔ ہمارے سکولوں میں کتنے مسائل ہیں اور تعلیم کا معیار دن بدن گرتا جا رہا ہے۔ میں خصوصاً سرکاری سکولوں کی بات کروں گی کہ ویسے تو Constitutional Committee نے بھی یہ تجویز دی ہے کہ چھ سے سولہ سال کے بچوں کی تعلیم مفت ہونی چاہیے۔ یہ بہت اچھا قدم ہے اگر حکومت اس پر عمل کرے اور یہ مکمل مفت ہو یعنی کہ کتابیں، کاپیاں اور سب چیزیں اگر حکومت فراہم کرتی ہے تو یہ بہت اچھا قدم ہو گا۔

جناب! میں یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ جس طرح سے health کے مسائل ہیں، اس کو بھی اتنی اہمیت نہیں دی گئی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہسپتالوں میں کتنے برے حالات ہیں۔ میں یہاں پر بڑے ہسپتالوں کا ذکر بھی کروں گی اور overall situation ایسی بنی ہوئی ہے کہ جب آپ کو کسی ایسے مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے، میں CT Scan کی مثال دوں گی کہ زیادہ تر ہسپتالوں میں یہ نہیں ہوتا اور اگر کوئی casualty آجائے اور جب آپ جاتے ہیں تو آپ کو پتا چلتا ہے کہ main test اور main چیزیں ہسپتال میں available ہی نہیں ہیں اور اس وجہ سے کتنی اموات ہو رہی ہیں۔ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے، ہمارے system میں کوئی خاطر خواہ improvement نہیں ہو رہی ہے جسکی وجہ سے لوگ بہت offend ہو چکے ہیں - یہ بات کہنا بھی بڑا عجیب لگتا ہے کہ ہمیں صرف دو سال ہی تو ہوئے ہیں، ہم پر آٹھ، دس سال کا ملبہ ڈالا گیا ہے تو جناب! کہیں سے تو شروع کرنا ہے۔ کچھ تو improvement show کریں، کچھ تو ایسا کریں کہ لوگوں کو لگے کہ کام ہو رہا ہے کیونکہ اب یہ بات اتنی insignificant لگنے لگی ہے اور اتنی بار repeat ہو چکی ہے کہ ہمیں یہ crisis ورثے میں ملا اور وہ ملا، اتنے سال کی پریشانی تھی۔ میں مانتی ہوں لیکن ذرا اپنی policies change کر کے دیکھیں، کوئی نیا

experiment کر کے دیکھیں، اپنے طریقے بدل کر دیکھیں۔ یہاں پر اتنی بحث ہوتی ہے، اتنی تجاویز آتی ہیں تو جناب! اگر وہ صرف formality کے طور پر لی جا رہی ہیں، ان پر کچھ کام نہیں ہو رہا تو پھر ہمارا یہاں آ کر بیٹھنے اور بات کرنے کا کوئی مقصد نہیں رہتا۔ Thank you.

جناب چیئرمین: Thank you. گلشن سعید صاحبہ موجود نہیں ہیں۔ محمد علی درانی صاحب موجود نہیں ہیں۔ جاوید علی شاہ صاحب موجود نہیں ہیں۔ عباس خان صاحب موجود نہیں ہیں۔ شیر الہ ملک صاحبہ موجود نہیں ہیں۔ عفران خان صاحب موجود نہیں ہیں۔ جی، طلحہ محمود صاحب۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ جناب! مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے طارق عظیم صاحب والے پانچ منٹ دیں گے۔ I am very grateful to you. جناب! میں یہ بات کرنا چاہوں گا کہ بجٹ سال میں ایک مرتبہ آتا ہے لیکن ہمارے ملک کی بد قسمتی یہ ہے کہ جون میں شور ہوتا ہے کہ بجٹ آ رہا ہے لیکن یہ بجٹ تو دکھانے کے لیے آتا ہے۔ اس کے بعد جو اصل بجٹ شروع ہوتے ہیں، اس سلسلے کو ختم ہونا چاہیے۔ ایک ہی بار بجٹ بنے اور وہ پورے سال کے لیے applicable ہو۔ جو mini budgets آتے ہیں، جو بیچ میں مہنگائی ہوتی ہے، ٹیکسوں میں جو مختلف تبدیلیاں کی جاتی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے کو اب ختم ہونا چاہیے۔ بجٹ اگر ہم خود بنائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جو ملک اور قوم کے مفاد میں ہوگا ہم اس کے مطابق بنائیں گے۔ اس وقت ہمیں IMF, World Bank کی dictation لینا پڑتی ہے۔ قرضوں کی صورتحال آپ کے سامنے ہے، local banks کے قرضے بڑھتے جا رہے ہیں اور غیر ملکی قرضے جو آج سے تین سال پہلے چالیس ارب تھے، اس سے پہلے اور بھی کم تھے، اب بڑی تیزی سے بڑھنے شروع ہو گئے ہیں اور پچپن ارب ڈالر کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اس میں اب drastic change کی ضرورت ہے۔ یہاں پر VAT کے حوالے سے بہت سی باتیں ہوئی ہیں۔ یہ basically 1954 میں ایک French Economist نے design کیا تھا جو ساڑھے بارہ فیصد سے شروع ہوا تھا اور فرانس میں اس وقت پچیس فیصد ہے۔ اس وقت VAT جس حساب سے ratios ہیں، ان کی اس حوالے سے proposals ٹھیک ہیں لیکن جب تک آپ کی قوم educate نہیں ہو گی یا اس کا trust develop نہیں ہوگا تو اس پر resistance بھی آئے گی اور آپ کا یہ مسئلہ بڑھے گا۔ اس وقت retailer کے لیے GDP کا 16% ہے لیکن وہ اس وقت 1% duty دے رہا ہے جو income tax وغیرہ ہے۔

Agriculture کی بات کریں تو تقریباً اس پر 24% ہے اور جو لوگ دے رہے ہیں، وہ تقریباً 1% کے قریب ہے، اس وقت سب سے زیادہ جو collection ان کے پاس آرہی ہے، وہ industry سے آرہی ہے اور اسی کو دبا دبا کر نکالا جا رہا ہے۔ Turn over tax 5% صرف Japan میں ہے اور وہاں پر ایک ایسا system ہے۔ ان کا اپنے لوگوں پر trust ہے اور ان کا یہ بڑا کامیاب تجربہ ہے۔ ہمارے ملک میں کسی retailer پر کوئی 10000 ,5000 روپے لگتا ہے تو وہ اس سے بچنے کے لیے 15000 روپے down the table دے دے گا لیکن وہ کوشش کرے گا کہ وہ اس tax net میں نہ آئے، اس کی reason کیا ہے، اس کی roots تک پہنچنے کی ضرورت ہے، roots یہ ہیں کہ لوگوں کا trust نہیں ہے، لوگ ڈرتے ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ ایک بار tax net میں آگئے تو وہ پھنس جائیں گے اور اس کے بعد ان کے معاملات بگڑتے چلے جائیں گے، اگر loss بھی ہو گا تو ان کو tax اسی حساب سے دینا پڑے گا۔ اس دفعہ Capital Gain Tax لگایا گیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس میں period کا problem تھا، بہرحال جو Senate کی proposal آرہی ہے، اس میں اس کو clear کر دیا گیا ہے، میری اس میں ایک ہی reservation ہے کہ جو Islamic share activity ہے اور اس کی sale and purchase ہے، اس سے Islamic model increase ہو سکتا ہے۔ لہذا، میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ان کو Gain Tax کی کوئی exemption دی جاتی تو آپ کا اسلامک نظام بڑھ سکتا تھا۔ Commissioner Income Tax کو بہت زیادہ power دی جا رہی ہے کہ وہ notice issue کریں اور وہ مختلف offices میں گھس کر ان کے records اٹھا سکتے ہیں، مختلف کام کر سکتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ٹھیک نہیں ہے، اس سے اور زیادہ uncertainty ہو گی۔

اس کے علاوہ بھی بہت proposals ہیں، gas کے حوالے سے ہے کہ انہوں نے اس کو double کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس سے manufacturing cost بہت بڑھ جائے گی۔ اس وقت جو سب سے زیادہ important چیز ہے، وہ ہماری افغان trade policy ہے، افغان trade policy ایسی ہے جس نے ہماری پورے ملک کی معیشت کا ستیاناس کر دیا ہے اور تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اس policy کو reconsider کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر افغانستان میں duty نہیں ہو گی اور وہ مال پاکستان سے گزر کر جاتا ہے اور پھر وہی مال پاکستان میں آکر بک رہا ہوتا ہے کیونکہ پاکستان میں duty ہے اور اس کی cost بھی زیادہ ہے، اس کی افغانستان میں duty نہیں ہے تو smuggling کے chances بڑھتے ہیں۔ اس کی example موجود ہے کہ جو trucks پورٹ قاسم یا مختلف ports

سے نکلتے ہیں، وہ افغانستان میں مال چھوڑنے کے بعد تین گھنٹوں کے بعد دوبارہ port میں داخل ہو رہے ہوتے ہیں تو how is it possible کہ وہ تین گھنٹوں، ایک دن یا بارہ گھنٹوں میں داخل ہوں۔ ان ساری چیزوں کو reconsider کرنے کی ضرورت ہے اور روکنے کی ضرورت ہے۔

اس وقت ہمارے ملک کی law and order situation بہت خراب ہے، اسی مد میں بہت زیادہ پیسہ لگانے کی ضرورت ہے۔ بجلی کی manufacturing کے حوالے سے دیامیر بھاشا ڈیم پر جو کام ہو رہا ہے، اس میں زیادہ سے زیادہ پیسے رکھنے چاہئیں تھے تاکہ وہ dams جلد سے جلد بنیں، اگر بجلی نہیں ہوگی تو ہمارے ملک میں مزید بے روزگاری بڑھے گی، مزید مہنگائی ہوگی، industries بند ہوں گی۔ Industry کی main products gas سے ہیں اور بجلی سے ہیں۔ ہمیں ان کو reconsider کرنا چاہئیے جو پہلے proposals آئی ہیں، وہ کم ہیں۔

میں ہزارہ کے حوالے سے بات کروں گا اور ایک چھوٹی سی مثال دینا چاہوں گا کہ ہمارے ملک کی بدقسمتی ہے کہ ایک road ٹیکسلا سے via خانپور شاہراہ ریشم تک بن رہی تھی اور اس کے لیے Jica Japan ڈیڑھ ارب روپے کی grant دے رہا تھا لیکن 6 kilometers کا راستہ ٹیکسلا کے اندر سے گزرتا تھا، اس کے لیے پنجاب نے NOC نہیں دیا اور وہ grant تین سالوں سے stuck up ہے۔ ہمارے ہاں جو لوگ invest کرنا چاہتے ہیں، ہم وہ بھی لینے کے لیے تیار نہیں ہیں، اگر یہ road بن جاتا تو آپ کا KKH کے ساتھ دوسرا route develop ہو جاتا جو اس وقت KKH حسن ابدال تک link ہے۔ اس کے علاوہ خانپور ڈیم جو اسلام آباد میں پانی supply کر رہا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جہاں پر دیامیر بھاشا ڈیم ہے، تربیلا ڈیم وہاں پر بنا، بجلی وہاں سے پیدا ہوتی ہے لیکن وہاں کے لوگ بجلی سے محروم ہیں اور یہی چیز trust and confidence کو break کرتی ہے۔ اس کے علاوہ خانپور ڈیم ہے اور جہاں اور چھوٹے چھوٹے کئی dams موجود ہیں۔ شاہراہ ریشم جو China اور پاکستان کو link کر رہی ہے، اس کے حوالے سے وہ علاقہ بڑا important ہے، گلگت بلتستان کو ملانے والی شاہراہ وہاں پر ہے۔ تربیلا ڈیم سے بجلی کی جو پیداوار ہو رہی ہے، جب صوبے بات کرتے ہیں کہ ہمیں اس کا right ملنا چاہئیے تو جہاں سے یہ بجلی پیدا ہو رہی ہے، کیا اس علاقے کا right نہیں ہے کہ اس علاقے کے لوگ اس سے فیض یاب ہوں، وہاں کے لوگ بجلی سے محروم ہیں اور باقی ساری جگھوں پر بجلی روشن ہے۔ وہاں کی royalty کا استعمال اس حساب سے نہیں ہے، جہاں سے یہ پیدا ہو رہی ہے، وہاں پر ان لوگوں کو ملنی چاہئیے۔ ہری پور میں university کا قیام ہو، وہاں کسی قسم کی کوئی university نہیں ہے اور اس وقت بچے اور

بچیاں اس سے محروم ہیں۔ آپ کے ملک میں جتنی illiteracy ہو گی، اتنے ملک کے مسائل بڑھیں گے۔ اس وقت جو law and order situation ہے، مہنگائی کے مسائل ہیں، crimes بڑھ رہے ہیں، اس کی reason ہمارے ہاں education کا نظام اتنا زیادہ اچھا نہیں ہے۔ میں کرغیزستان کی مثال دوں گا کہ ہمارے بچے کرغیزستان میں پھنسے ہوئے تھے جو اس وقت واپس آئے ہیں، ان کے exams ایک سوالیہ نشان ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ conclude کر لیں۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: میں اذان کے بعد conclude کروں گا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، آپ اذان کے بعد conclude کریں۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان ظہر سنائی دی)

جناب چیئرمین: جی طلحہ صاحب۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: میں سمجھتا ہوں کہ صوبہ خیبر پختونخوا کو protection کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ law and order کے حوالے سے جتنے بھی مسائل ہیں، یہ اس صوبے میں ہیں اور آپ کے tribal areas میں ہیں، اس کو زیادہ focus کرنا چاہئیے تھا، اس کو زیادہ سے زیادہ funding کرنی چاہئیے تھی، اگر وہاں پر سکون ہو گا، امن ہو گا تو پورے ملک میں سکون اور امن ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر غور کرنا چاہئیے تھا اور اس پر غور نہیں کیا گیا۔ میں دو چیزیں ضرور کہنا چاہوں گا کہ دو چھوٹے چھوٹے dams ہیں، ان پر investment ہوئی ہے لیکن اس کو درمیان میں چھوڑ دیا گیا ہے، کھال ڈیم، بو تری ڈیم یہ چھوٹے چھوٹے سے ڈیم ہیں۔ وہاں جو ملک اور قوم کا پیسہ لگا ہے وہ ضائع ہو رہا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کے اس وقت ہزارہ صوبہ کے حوالے سے ایک problem آئی ہے، اسے بھی حل ہونا چاہیے تھا کیونکہ ہزارہ صوبہ ایک بڑا important صوبہ ہے، اس نے پاکستان بننے کے دوران referendum میں بڑا کردار ادا کیا۔ پختون ہمارے بھائی ہیں، ہماری ان سے کوئی علیحد گی نہیں ہے لیکن وہاں پر اب جس انداز سے population بڑھ چکی ہے، اسی طرح ملک کے دوسرے علاقوں میں بھی، پنجاب سے بھی آواز آرہی ہے، بلوچستان سے بھی آواز آرہی ہے، تو administration کے حوالے سے اگر مزید صوبے بھی بنتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لہذا میں چاہوں گا کہ ہزارہ صوبہ ضرور بننا چاہیے۔ ہزارہ صوبہ زندہ باد۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی ڈاکٹر صفدر علی عباسی صاحب۔ ڈاکٹر صاحب! آپ کتنی دیر لیں گے؟

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جتنا آپ وقت دیں گے، اتنا ہی لوں گا۔

Mr. Chairman: Five minutes?

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب! پھر شروع کرتا ہوں، کوشش کروں گا کہ آپ کی رضا و منشا کے مطابق ختم کروں۔

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں ten minutes لے لیں۔

سینیٹر ڈاکٹر صفدر علی عباسی: جناب والا! انتہائی شکریہ۔ یہ جو 2010-11 کا بجٹ ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ پاکستان میں معاشی طور پر خراب حالات میں بنایا گیا ہے اور جو وجوہات ہیں اس کے بارے میں منسٹر صاحب نے اپنی تقریر میں عرض کیا ہے۔ میں ان کی تقریر کے تین چار paragraphs میں سے دو چار جملے پڑھ کر اپنی تقریر کا آغاز کرنا چاہوں گا۔ حفیظ شیخ صاحب نے اپنی تقریر میں کچھ objectives بیان کیے ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ

"Our first objective is that we must protect the economic recovery, stabilizing the economy is a precondition for generating the momentum for growth. The recovery that has been achieved remains fragile. The security concerns have not vanished. The budget deficit is still high and we continue to remain dependent on external assistance."

اور آگے چل کر وہ دوسرے objective میں کہہ رہے ہیں۔

"Inflation is primarily a monetary phenomenon". We have borrowed heavily, our borrowing continues to increase rapidly".

اور اپنے تیسرے objective میں اسی چیز کو آگے بیان کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ

"Indiscriminate borrowing over the last four years.......,

میری request ہے کہ اگر 4 کو 5 بنادیں تو زیادہ مناسب بات ہو گی۔

that has brought us to a debt level of 55% of the GDP which is approaching the limit under the Fiscal Responsibility and

Debt Limitation Act. If we do not control our expenditures and raise resources, we run the risk of being permanently in debt”.

جناب! میں سمجھتا ہوں کہ گزشتہ پانچ سالوں میں جس طریقے سے ہم نے اپنے deficits بڑھائے ہیں، چاہے وہ current account میں ہوں، چاہے وہ بجٹ میں ہوں۔ بنیادی طور پر ہم لوگوں کا یہ dilemma رہا ہے کہ ایک گھر ہے، ان کی کمائی ایک ہزار روپے ہے اور ان کے اخراجات گیارہ سو روپے ہیں تو یہ جو سو روپے کا difference ہے، اگر آپ مہینہ در مہینہ بڑھاتے چلے جائیں گے تو ایک دن آئے گا کہ اس کو کنٹرول کرنے کے لیے یا تو بہت زیادہ قرض لینا پڑے گا یا پھر اپنی کوئی چیز بیچنی پڑے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج جب ہم اس بجٹ کو بھی criticize کر رہے ہوں تو میں اپنے ان دوستوں کو جو گزشتہ پانچ سال اس حکومت میں رہے، انہیں میں یہ ضرور یاد دلاؤں گا کہ وہ اس ملک میں 980 ارب روپے کا deficit چھوڑ کر گئے تھے۔ میں ان کو شوکت عزیز صاحب کی economic policies کے حوالے سے بھی یاد دلاؤں گا کہ میں اس وقت بھی یہی کہتا تھا کہ جس قسم کے deficits create کیے جا رہے ہیں، جس قسم کے glossary figures دیے جا رہے ہیں، یہ آخر میں کسی نہ کسی وقت کوئی بھی ایسا event ہو گا کہ جس سے سب کچھ ٹوٹ کر رہ جائے گا۔ پاکستان میں oil price hike یعنی ایک دفعہ جب ڈیڑھ سو روپے کا بیرل ہوا تو اس نے ان تمام economic achievements جس کی گزشتہ حکومت دعویٰ دار رہی اس کو ختم کر کے رکھ دیا۔ ہم اس وقت بھی یہ کہتے تھے کہ ہم لوگ borrowed money پر چل رہے ہیں، ہم اس پیسے پر چل رہے ہیں جو شاید ہمارا نہیں ہے اور اس کے نتیجے میں ہم پاکستان میں وہ situation پیدا کر رہے ہیں کہ جس سے آنے والے دنوں میں غربت بڑھے گی، لوگوں کے مسائل بڑھیں، institutions ختم ہو رہے ہیں لیکن اس وقت ہمیں یہی کہا جا رہا تھا کہ mobile phones, گاڑیاں، سڑکیں، جو بھاشن دیے گئے اور جب وہ caretaker government ختم ہوئی تو اس وقت وہ 980 ارب روپے کا deficit چھوڑ کر گئی جو کہ تقریباً 8% سے 10% تھا۔ جب democratic government آئی تو ہمیں چیزوں کو کنٹرول کرنے کی ضرورت تھی، ہم نے چیزوں کو اس پیرائے میں لینا تھا کہ گزشتہ ادوار میں ہم جو criticism کرتے رہے، ان کو ٹھیک کر سکیں، اس کو ہم کسی ایسی نہج پر لے کر جا سکیں کہ جہاں پر ہم یہ کہہ سکیں کہ آنے والے دنوں میں وہ deficits کم ہوتے، وہ borrowings کم ہوتیں، ہم اپنے expenditures کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے، اخراجات کم کرنے کی کوشش کرتے۔

جناب! آج پاکستان تیزی سے ایک debt track میں پھنستا چلا جا رہا ہے کہ اس بجٹ میں Finance Minister صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ آنے والے دنوں میں وہ اس قرض اور اس debt کا کیا کرنے جا رہے ہیں جبکہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہماری جو GDP limit 55% ہے اس تک بجٹ پہنچ چکا ہے۔ جناب والا! یہ جو text figures ہوتی ہیں کہ فلاں GDP to figures یہ اگر آپ absolute terms میں دیکھیں تو وہ matter ضرور کرتی ہیں لیکن absolute terms ہیں آج پاکستان کی حالت یہ ہے کہ ہم تقریباً 9000 billion یعنی ہم آج 9 trillion کے مقروض ہو چکے ہیں۔ اس وقت جو پاکستان میں سب سے بڑا خرچ ہے، ہم قرضوں کی مد میں جو servicing دے رہے ہیں، وہ سب سے بڑا خرچ ہے۔ اس بجٹ میں ساڑھے آٹھ سو ارب روپے صرف کچھ قرضے واپس کرنے کے لیے اور کچھ قرضوں کا سود ادا کرنے کے لیے رکھا گیا ہے۔ آئندہ آنے والے دنوں میں جیسے سات سو ارب روپے کا موجودہ بجٹ میں deficit ہے، آگے چل کر ہم اسے کیسے cover کریں گے۔ ایک طرف ہمیں یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ FODP, Friends of Democratic Pakistan آگے آئیں گے اور وہ ہمیں 50 یا 70 ارب ڈالر دیں گے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اب کوئی FODP ہماری مدد کو نہیں آ رہا، ہمیں اپنی مدد آپ کے تحت ہی چلنا پڑے گا اور اس مد میں بنیادی بات یہ ہے کہ اگر آپ ان deficits کو کنٹرول نہیں کریں گے، اخراجات کو کنٹرول نہیں کریں گے تو آپ میرے حساب سے limit پر پہنچ چکے ہیں۔ اب آپ لوگوں کو جتنا بھی taxed کر رہے ہیں اور خاص طور پر indirect taxation اور GST کی مد میں لے لیں جو کہ عام آدمی کو affect کر رہے ہوتے ہیں، آپ اس کی قوت خرید میں کمی کر رہے ہیں، poverty کو بڑھا رہے ہیں۔ آج آپ کے اپنے figures، میں کسی ایک حکومت کو criticize نہیں کرنا چاہتا، مختلف ادوار میں جو چیزیں ہوئی ہیں اس کے حوالے سے بات کرنا چاہ رہا ہوں کہ آج آپ نے 2 dollars a day poverty کا level بنایا ہوا ہے کہ جو شخص 2 dollars a day سے نیچے ہے وہ poverty میں آجاتا ہے اور دو ڈالر کیا ہے، 160 روپے، 170 روپے، اگر 30 دنوں میں دیکھیں تو 5 ہزار روپے۔ جناب! آج کون سا شخص 5 ہزار روپے میں اپنے تمام اخراجات اور ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔ میری نظر میں ہم debt line میں پھنس چکے ہیں۔ یہ warning میں نے شوکت عزیز صاحب کو بھی دی تھی اور پچھلی دفعہ شوکت ترین صاحب کو بھی دی تھی اور آج میں یہ warning حفیظ شیخ صاحب کو بھی دینے جا رہا ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلے بجٹ میں انہوں نے کہا تھا کہ اڑھائی بلین ڈالر ہمیں FODP سے آئے گا لیکن وہ اڑھائی بلین ڈالر نہیں آیا۔ آپ کو IMF سے 4 بلین ڈالرز کا loan لینا

پڑا۔ پچھلے دو سال میں IMF سے آپ نے 11 billion dollars لیے ہیں، اپنے debt کو صرف رواں رکھنے کے لیے، اپنے foreign exchange reserves بڑھانے کے لیے یا اپنے budget gap کو کم کرنے کے لیے۔ جناب! آج میں آپ کو warn کرنے جارہا ہوں کہ اگلے step میں آپ کو IMF سے، اس سے بھی بڑا programme لینا پڑے گا، شاید آپ کو 20 ارب ڈالر borrow کرنے پڑ جائیں۔ جناب! ہماری کوتاہیوں کے باعث ہماری آئندہ آنے والی نسلیں کیا کیا ادا کریں گی؟ میں رضا ربانی صاحب سے بہت سی چیزوں پر اتفاق نہیں کرتا لیکن میں حقیقتاً آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ اس وقت پاکستان کی گلیاں اور محلے بالکل مختلف انداز سے سوچ رہے ہیں اس سے جو ہم سوچ رہے ہیں۔ وہ ہماری باتوں سے مطابقت نہیں رکھتے۔ وہ ہماری باتوں کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ بنیادی طور پر پاکستان میں اس وقت institutions کا ایک serious crisis ہے۔ اگر ہم نے اس institutional crisis کو روکنے کی کوشش نہ کی، اپنے اداروں کو مضبوط کرنے کی کوشش نہ کی اور economically عوام کو deliver نہ کیا تو عوام بالکل different انداز میں سوچیں گے۔ ہم آہستہ آہستہ redundant ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ عوامی نمائندوں پر عوام کا اعتماد ہوتا تھا، میں حقیقتاً آپ کو بتارہا ہوں کہ آج ہم اپنا وہ اعتماد کھو رہے ہیں۔ میں پھر یہ کہوں گا، میں across the divide بات کرنا چاہتا ہوں، میں کسی کی ذات کے حوالے سے کوئی بات نہیں کہنا چاہتا لیکن اس وقت ہم ایک serious قسم کے institutional crisis میں جارہے ہیں۔ اگر ہم نے اپنے institutions کو دوبارہ بنانے کی کوشش نہ کی اور اگر ہم نے اپنے عوام کو deliver کرنے کی کوشش نہ کی تو ایک different situation پیدا ہو رہی ہے۔

ہم یہ بالکل بھول جائیں کہ ہم سے یہ وعدے وعید ہوئے، 5 billion dollars کا Tokyo Pledge ہے، کیا 5 billion dollars آئے؟ لیکن اگر آپ دوسری طرف دیکھیں تو جب ہم اپنے resources پر rely کرتے ہیں تو آپ کے اپنے لوگوں نے اس دفعہ آٹھ ارب ڈالر کی remittances بھیجی ہیں۔ اس دفعہ Pakistani expatriates نے آٹھ ارب ڈالر بھیجے۔ یہ ایک انتہائی خوش آئند بات ہے اور اس پر یقیناً ہمیں فخر کرنا چاہیے۔ آج جب ہم دوسروں پر rely کرتے ہیں، پورے پچاس ممالک ٹوکیو میں جمع ہوتے ہیں، وہ آپ سے commitment کرتے ہیں 5 billion dollars کی، ایک ڈالر آپ کو نہیں دیتے یا اگر دیتے ہیں تو peanuts دیتے ہیں لیکن جب آپ اپنے لوگوں پر rely کرتے ہیں اور ایک اچھی scheme بنائی گئی، اپنے expatriate کے پیسے کو attract کرنے کے لیے،

انہوں نے 8 billion dollars بھیجے۔ میں آج بھی شہید ذوالفقار علی بھٹو کو tribute پیش کروں گا کہ انہوں نے دو کام کیے۔ ایک انہوں نے ID Card اور دوسرا پاسپورٹ دیا اور آج ان دو چیزوں کی بنیاد پر آپ کے expatriates نے اس ملک کے اندر 8 billion dollars بھیجے ہیں۔ ہمیں آج بھی اپنے resources پر rely کرنا پڑے گا۔

جناب چیئرمین! یہ جو اضافی اخراجات ہیں، ان کا سب سے بڑا example پہلے بھی یہاں پر دیا گیا، وہ supplementary budget ہے۔ کسی سے بغیر پوچھے 370 ارب روپے ہم overrun کر گئے۔ پھر ہم سال کے آخر میں آکر قومی اسمبلی کو کہتے ہیں کہ یہ 370 ارب ہمیں دے دیں۔ کیوں؟ کیوں یہ 370 ارب کے اخراجات ہوتے ہیں اور اس کے بارے میں کوئی پوچھنے والا نہیں کہ آپ نے کس طرح overrun کر دیا۔ سال کے آخر میں آکر ہمیں اتنی بڑی supplementary budget کی کتاب دے کر کہتے ہیں کہ جی یہ سارے منظور کرو۔

ایک اور scheme جو میری انتہائی قابلِ احترام شخصیت کے نام کی scheme ہے، وہ ہے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام۔ انتہائی اچھا پروگرام ہے، پہلی دفعہ کسی حکومت نے کسی غریب گھر کے اندر اس طرح کی targeted subsidy دینے کی کوشش کی ہے لیکن اس پر بہت سے question marks اٹھ رہے ہیں۔ میں کسی detail میں نہیں جانا چاہتا، اخباروں میں بھی باتیں چھپتی ہیں، post offices سے بھی لوگوں کو بڑی شکایات ہیں کہ لوگوں کو پیسے کبھی پہنچ پاتے ہیں اور کبھی نہیں پہنچتے، figures کے معاملے میں بڑی confusion ہے کہ جی کتنے پیسے اس کے through دیے گئے ہیں۔ میں آج بھی یہ سمجھتا ہوں کہ اس scheme کو اگر ہم جاری رکھتے ہیں اور اس scheme کو اگر اچھے انداز میں چلاتے ہیں تو یقیناً یہ targeted subsidy ایک ہزار روپے ہر گھر میں پہنچ جاتی ہے اور اس سے یقیناً بہتری کی فضا پیدا ہو گی۔

جناب! میں معذرت چاہوں گا بہت سی چیزیں تھیں کہنے والی، لیکن جو حالات ہیں آج کے، میں ان کے بارے میں آخری دو تین جملوں میں comment کروں گا، اس سے آپ اندازہ لگا لیں گے کہ پاکستان کے حالات آج کیا ہیں اور کیا ہم اتنا کچھ کر رہے ہیں جتنا ہمیں کرنا چاہیے۔ یہ The News کی story ہے، یہاں پر پہلے بھی کسی نے اس کا ذکر کیا، اس شخص کی، رکشہ ڈرائیور کی کہانی جس نے poverty کی وجہ سے زہر کھا کر خود کو بھی مار لیا اور اپنی دو بچیوں کو بھی مار دیا۔ آپ کے سامنے یہ لاہور سے story ہے، دو تین paragraphs ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں پڑھ دوں گا۔ اخبار کہتا ہے:

"Abject poverty forced a rickshaw driver to commit suicide after poisoning his family here on Wednesday. He and his two daughters died while timely medical assistance saved his wife and third daughter. The poor man's daughters, Nadia 12, Benish 8, and Aiman 6, had no dreams as they had only experienced deprivation and dejection in a span of their short life. They felt ashamed making even a small demand to their father.

جناب! آگے چل کر اخبار کہتا ہے، یہ comment ہے وہاں کے locals کا، وہ کہتے ہیں:

The incident may make the prosperous rulers realise that their greed and personal aggrandizements had brought the nation on the verge of self-destruction. Our government has totally failed to alleviate poverty and subsequently we poor people have only one option which this brother opted."

وہ option ہے خود کشی۔ جناب! اگر حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں تو میری یہ request ہو گی وزیرِ خزانہ صاحب سے کہ اس کو دیکھیں، اس کو پرکھیں۔ لوگوں کو امیدیں ہیں، شہید ذوالفقار علی بھٹو اور شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کی پارٹی سے لوگوں کی امیدیں وابستہ ہیں۔ ہمیں ان امیدوں کو ٹوٹنے نہیں دینا چاہیے۔ لوگوں کی hopes آج بھی آپ کے ساتھ ہیں، ہم سے غلطیاں ہوئیں پھر بھی لوگوں کی hopes آپ سے وابستہ ہیں۔ میں یہی کہوں گا کہ ان امیدوں کو ٹوٹنے نہ دیں، ان hopes کو ختم نہ ہونے دیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کو اس ملک کے عوام کے لیے deliver کرنا ہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم شہید ذوالفقار علی بھٹو اور شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے نام کے صدقے، ان کو deliver کریں۔ بہت مہربانی۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ مولانا شیرانی صاحب موجود نہیں ہیں۔ عبدالرشید صاحب! آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟ جی بسم اللہ۔

سینیٹر عبدالرشید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ۔ بجٹ پر بحث آخری مراحل میں ہے اور آپ کی طرف سے بہت short time بھی دیا گیا ہے، میں مختصراً دو تین باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین! سب سے پہلے اس وقت بد قسمتی سے ملک کے سامنے کئی بڑے مسائل اور مشکلات ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں مسئلہ ایک کمزور معیشت ہے۔ بد قسمتی سے کئی سالوں سے ہماری معیشت زبوں حالی کا شکار ہے جس کا اثر غریب عوام کی زندگیوں پر ہے یہاں تک کہ اس وقت اس ملک کے غریب عوام رہنے کے قابل اور متحمل نہیں ہیں۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں یہ اصول ہے کہ قوموں کے عروج و زوال میں، قوموں کی حاکمیت اور محکومی میں معیشت کا ایک بہت بڑا کردار ہوتا ہے۔ اس وقت جو بیرونی مسائل اور بیرونی خطرات اس ملک کو لاحق ہیں، اسی طرح ملک کے جو اندرونی مسائل ہیں، اگر ہم ان کی وجوہات، عوامل اور اسباب کو تلاش کریں تو اس میں ایک نمایاں وجہ ہماری کمزور معیشت ہے۔ ملک میں اس وقت بدامنی کی کیفیت ہے۔ بیرونی دباؤ کے تحت اس ملک میں چھ سات سال سے ایک جنگ جاری ہے، اس کی بنیاد ہماری کمزور خارجہ پالیسی ہے اور اس کمزور خارجہ پالیسی کی بنیاد ہماری کمزور معیشت ہے۔ کمزور معیشت کی وجہ سے ہمیں ایک غلام قوم میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ وہ قوتیں جن کا عالمی معیشت پر اس وقت قبضہ ہے، ہمارے سوالوں کے کشکول ان کے درباروں کے سامنے گھومتے پھرتے ہیں، ہم ان سے بھیک مانگتے ہیں، ہم ان سے امداد لیتے ہیں تو ظاہر سی بات ہے کہ جب وہ دینے والی قوتیں ہیں تو وہ اس دنیا کی حاکم قوتیں ہوں گی اور جب ہم بھیک یا امداد لینے والے ہیں تو ہم محکوم قوم ہیں۔ جناب والا! ظاہر ہے کہ حاکم اور محکوم کے درمیان مفادات کا تبادلہ نہیں ہوتا ہے، وہاں پر مفادات ہمیشہ حاکم قوت کے تابع ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان قوتوں کے سامنے نہ ہمارے اپنے مفادات ہیں، نہ اپنی ترجیحات ہیں بلکہ ہمارے مفادات وہی ہیں جو ان کے مفادات ہیں، ہماری ترجیحات وہی ہیں جو ان کی ترجیحات ہیں۔ ہم ان کے مفادات کے لیے لڑ رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے ملک میں جنگ جاری ہے اور بدامنی کی صورت حال ہے، اس میں ہمارے کوئی مفادات نہیں ہیں اور نہ ہی اس سے کوئی مفادات وابستہ ہیں۔ ہم امریکہ کے مفادات کے لیے لڑ رہے ہیں اور ان کے مفادات کے لیے ہم نے اس جنگ میں کوئی کسر اور کمی نہیں چھوڑی ہے، ہم نے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ ہم نے اس جنگ میں دس ہزار کے لگ بھگ پاکستانی لوگوں کی قربانی دی ہے، جن میں فوج کے جوان بھی شامل ہیں، پولیس کے جوان بھی شامل ہیں، غریب اور معصوم لوگ بھی شامل ہیں، علماء کرام بھی شامل ہیں، قبائلی مشران بھی شامل ہیں، تقریباً دو تین سالوں میں چار سو کے قریب قبائلی مشران اس جنگ کی نظر ہو گئے ہیں۔ ان قبائل کے جو لوگ جرگے کرتے تھے، ان کے فیصلے کرتے تھے، آج ان قبائل میں ایک بھی مشر یا ایک بھی

بااعتماد، بااثر شخص زندہ نہیں ہے۔ جناب والا! اگر ہم ان حالات کی بنیادی وجوہات کو تلاش کریں تو ان کی بنیاد یہ ہے کہ ہماری معیشت کمزور ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی معیشت کو مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب والا! بد قسمتی سے جب بھی ہمارا بجٹ آتا ہے تو اس میں صرف اعداد و شمار ہوتے ہیں کہ ہماری آمدنی اتنی ہے، ہمارا خرچ اتنا ہے اور خسارہ اتنا ہے۔ میرے خیال میں بجٹ اعداد و شمار کا نام نہیں ہے، بجٹ ایک جامع معاشی پالیسی دینے کا نام ہے، جس کے نتیجے میں ہم ایک معاشی انقلاب لانے میں کامیاب ہو جائیں، جس کی وجہ سے ہم غریب عوام کی زندگی میں ایک تبدیلی اور انقلاب لائیں، بجٹ اس چیز کا نام ہے۔ غریب عوام مشاہدۃً یہ محسوس کریں کہ اس بجٹ میں انہیں relief دیا گیا ہے، یہ ایک عوامی بجٹ ہے۔ بد قسمتی سے میں دیکھتا ہوں کہ موجودہ بجٹ میں اول سے لے کر آخر تک مختلف قسم کے ٹیکسوں کا تذکرہ تو موجود ہے لیکن اس میں subsidy کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ اگر ٹیکس لگانا حکومت کی ذمہ داری ہے تو subsidy دینا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جناب والا! ٹیکس لگانا، ٹیکس وصول کرنا اور subsidy دینے کے لیے شریعت نے بہت اچھے زریں اصول وضع کیے ہیں۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا (عربی) ٹیکس امیر لوگوں سے، جاگیرداروں سے اور سرمایہ دار لوگوں سے وصول کیا جائے گا اور یہی ٹیکس بطور subsidy غریب عوام کو دیا جائے گا۔ حضور پاک ﷺ کے اس ارشاد پاک سے یہ بات بالکل واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اگر ٹیکس لگانا ہے تو انہی چیزوں پر لگانا ہے جو امیر لوگوں کے استعمال میں آتی ہوں اور اگر subsidy دینی ہے تو انہی چیزوں پر دینی ہے جو غریب عوام کے استعمال میں آتی ہوں۔ جو چیزیں غریب عوام کے روزمرہ استعمال میں آتی ہیں ان پر ٹیکس لگانے سے مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں غریب عوام کی زندگی مشکل ہو جاتی ہے، ان کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ میرے خیال میں ہماری معیشت میں سود کا جو عنصر شامل ہے اس کا خاتمہ کرنا چاہیے۔ قرآن اور شریعت کے اصول ہیں کہ جس معیشت میں سود کا عنصر موجود ہوگا تو وہ روبہ زوال ہو گی، اسے عروج نہیں ملے گا۔ لہٰذا سود کے خاتمے کی ضرورت ہے۔

جناب والا! توانائی کا شعبہ بھی مہنگائی میں اضافے کی ایک بڑی وجہ ہے، اس پر توجہ دینی چاہیے، اس کو فعال بنانا چاہیے۔ توانائی کے جو وسائل ہیں ان کو بروئے کار لایا جائے، ان میں عوام کو رعایت دینی چاہیے۔ بڑے بڑے ڈیم بنانے چاہییں تاکہ بجلی کے بحران کا مسئلہ حل ہو سکے اور اس وجہ سے جو مہنگائی بڑھی ہے وہ کم ہو جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ جو ہمارے قدرتی وسائل ہیں انہیں تلاش کرنا

چاہیے اور پھر انہیں صحیح طریقے سے استعمال میں لانا چاہیے۔ اس طرح ہمارے ملک میں معاشی استحکام آ سکتا ہے۔ ہمارا ملک معاشی وسائل سے مالامال ہے لیکن ان وسائل سے فائدے حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب والا! آخر میں روایتی طور پر چونکہ بجٹ کی تقریر میں علاقے کے مسائل کا تذکرہ بھی ہوتا ہے تو فاٹا کے حوالے سے میں اتنا عرض کروں گا کہ آپ کو خود معلوم ہے کہ تقریباً پانچ چھ سالوں سے فاٹا کے کیا حالات ہیں؟ جب میں ساڑھے چار سال پہلے اس ایوان میں پہلی مرتبہ آیا تو اس دن ایوان میں فاٹا کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ فاٹا مسلسل پانچ چھ سالوں سے حالت جنگ میں ہے۔ اس کا پرامن ماحول تھا، وہ پرامن خطہ آج ایک جنگ کے میدان میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اگر آپ آج فاٹا میں جائیں تو آپ کو یہ نظر نہیں آئے گا کہ یہ 2010 کا فاٹا ہے بلکہ آپ کو یہ نظر آئے گا کہ یہ 1960 یا 1970 کا فاٹا ہے۔ اس کا تعمیراتی ڈھانچہ سب کا سب تباہ ہو چکا ہے، سکولوں کو مسمار کیا گیا، روزگار کے کوئی مواقع نہیں ہیں، ہسپتال تباہ ہو چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ فاٹا کے لیے نئے خطوط پر نئی منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔ اس بجٹ میں فاٹا کے لیے جو رقم مختص کی گئی ہے وہ فاٹا کے ساتھ ایک مذاق ہے۔ اسی بنیاد پر ہم نے سینیٹ کے اجلاس کا بائیکاٹ کیا، ہمیں فاٹا کے لیے funds میں اضافے کے سلسلے میں یقین دہانی کرائی گئی جس کی بنیاد پر ہم نے اپنا بائیکاٹ ختم کیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ funds بھی فاٹا کے لیے ناکافی ہیں۔ فاٹا کے لوگ آپ کے مقاصد کے لیے قربان ہو رہے ہیں۔ آپ ان کے خون کے behalf پر دنیا سے امداد لے رہے ہیں، آپ دنیا میں اپنے مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔ لہٰذا فاٹا کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، فاٹا ایک تباہ شدہ خطہ ہے، اس خطے کی تعمیر نو کی ضرورت ہے اور جدید خطوط پر اس علاقے کے لیے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی سیمیں صاحبہ آپ بسم اللہ کریں، you are the last speaker.

سینیٹر سیمیں صدیقی: جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ۔ میں تو ناامید تھی کیونکہ میں اپنا نام نہیں دے پائی تھی۔ جناب والا! موجودہ حکومت کا یہ تیسرا بجٹ ہے، اس سے پہلے انہوں نے دو بجٹ پیش کیے ہیں۔ میں تھوڑی سی یاددہانی کرا دوں کہ جب پچھلی حکومت نے اپنی ذمہ داریاں پوری کیں تو اس وقت ہمارے reserves 16 billion تھے اور ہم پر IMF کا کوئی قرض نہیں تھا بلکہ اس

حکومت نے آخری قسط لینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ یہ بات just to correct the record ہے۔ جناب والا! بجٹ میں سات چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں inflation, self–reliance, poverty alleviation, public sector enterprises and employment generation کی بات کی گئی ہے۔ to make country fertile for investment. یہ بہت اچھے خواب ہمیں بجٹ کے ذریعے دکھائے گئے ہیں۔ میں زیادہ figures میں تو نہیں جاؤں گی لیکن آپ کو تھوڑا سا مشورہ بھی دینا چاہتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس بجٹ میں بہت سارے مسائل ہیں جن کے multiple solutions ہونے چاہییں تھے جو اس میں موجود نہیں ہیں۔

جناب! یہ ایک بہت ہی short sighted budget ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ اس میں کوئی credible بات ہے ہی نہیں۔ ہم کس طرح حکومت کی باتوں پر یقین کریں جو بجٹ میں دی گئی ہیں۔ ملک کی موجودہ صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ایک wishful budget تو کہلا سکتا ہے لیکن یہ practical budget نہیں ہے۔

جناب! میں پہلے education and health کی طرف آؤں گی۔ ان کی allocations کو کم کر دیا گیا ہے۔ دنیا کے ممالک میں education and health کے لیے زیادہ پیسہ رکھا جاتا ہے۔ جناب ہمیں اپنے ہسپتالوں کی حالت زار کا علم ہے۔ ہسپتالوں میں دوائیاں میسر نہیں ہیں۔ آپ صرف اگر BISP کے through health insurance فراہم کریں گے تو وہ ناکافی ہے۔ عام آدمی جو Income Support سے فیضیاب نہیں ہوتا وہ ہاسپٹل جاتا ہے اور اس کو ادویات کی shortage اور کئی قسم کے مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ health کے بجٹ کو کم نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اسی طرح education budget میں بھی کمی نہیں ہونی چاہیے تھی۔ بجٹ میں جو allocation science and technology کی ministry کے لیے رکھی گئی ہے میری نظر میں وہ ناکافی ہے کیونکہ research ہر ملک کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب آپ research ہی نہیں کریں گے تو آپ آگے کیسے بڑھیں گے۔ زیادتی یہ کی گئی ہے کہ اس ministry کے لیے بجٹ کم رکھا گیا ہے۔

جناب! یہاں revenue and taxes کا ذکر آتا ہے کہ ہمارے revenue targets ہیں۔ VAT and GST کا مسئلہ کھڑا کر کے taxes کے معاملے میں اور عوام کے ذہنوں میں خاص طور پر کاروباری لوگوں میں ایک confusion پیدا کر دی گئی ہے۔ دوسرا اقدام increase in

government employees کی salaries ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک اچھا اقدام ہے کہ salaries بڑھادی گئی ہیں لیکن کیا ہی بہتر ہوتا کہ increase in salaries inflation سے منسوب کر دی جاتی اور ان کی annual inflation automatically adjustment سے ہو جاتی۔

جناب! agriculture کی بات آتی ہے تو اس میں بہت گنجائش ہے۔ اس میں کوئی خاص ٹھوس اقدامات یا تجاویز نہیں دی گئی ہیں۔ میری ایک رائے ہے، میں سمجھتی ہوں کہ Chamber of Commerce کی طرز پر تمام farmers اور agriculturists کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونا چاہیے اور انہیں اپنا ایک chamber بنانا چاہیے، Chamber of Agriculture جو research کرے اور اپنے problems identify کرے اور اپنے grievances حکومت کے سامنے لائے۔ یہ ایک بہت ضروری عمل ہے۔ غریب کسان کے لیے ہم نے کچھ نہیں کیا اور ان کے لیے کچھ نہیں رکھا۔ آپ غربت نہیں مٹا سکتے جب تک آپ اپنے عوام کو self-employee نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے لیے میں نے پہلے بھی suggest کیا تھا اور میں اب بھی suggest کرتی ہوں کہ ہمیں اپنے غریب کسانوں کو incentives دینے چاہییں اور ہمیں ان کو cooperative farming کی طرف لانا چاہیے تاکہ ایک گروپ کی شکل میں وہ اپنی income بڑھا سکیں اور اپنی حالت بہتر کر سکیں۔

جناب عالی! ہم wheat prices بڑھا دیتے ہیں، ہم commodities کی prices بڑھا دیتے ہیں جس کا direct اثر عوام پر پڑتا ہے۔ عوام پر بوجھ پڑتا ہے اور پھر آٹا بھی مہنگا ہوتا ہے، دالیں بھی مہنگی ہوتی ہیں، ہر چیز مہنگی ہوتی ہے۔ اب جبکہ ہم نے ان ضروری items پر سے subsidy بھی ہٹا دی ہے تو ان کی prices بڑھانے کی بجائے pesticides and fertilizers پر اور crops لگانے پر جو خرچ آتا ہے ہم ان کو کم کریں، ان کو stabilize کریں اور wheat وغیرہ کی قیمتیں نہ بڑھائیں تو پھر stability آسکتی ہے۔ بجٹ میں اس طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے۔

جناب! privatization کی بھی بات ہوئی ہے۔ ٹھیک ہے، میں جانتی ہوں کہ ہمارے بہت سے ادارے loss میں جا رہے ہیں لیکن loss میں ہونے کے باوجود ان کی اپنی ایک value ہے، ان کی real estate کی ایک value ہے۔ Privatize کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن ہمیں ان کی base prices کا تعین کرنا پڑے گا، transparency ہونی چاہیے۔ ہمیں اس کی property کی assessment کرنی چاہیے جو بالکل موجود نہیں ہے۔ ہم نے پچھلے دور میں دیکھا

جب PML(Q) کی government تھی and thanks to the present government کہ وہ ہماری financial policies پر اعتراضات بھی کرتی ہے اور Finance Ministers وغیرہ کو اپنی government میں بھی لے لیتی ہے جیسے حنا ربانی کھر صاحبہ کو رکھا ہے۔ اسی طرح جناب شیخ صاحب پچھلی حکومت میں privatization کے چیئرمین تھے اور اب وہ Finance Minister بن گئے ہیں۔ یہ حکومت محتاج تو پچھلے ہی وزیروں کی ہے۔ میں ایک مثال دے رہی ہوں کہ یہ ہماری PACs جو trouble میں ہیں سٹیل مل اور ریلوے وغیرہ ان کو اگر privatize کریں تو ان کو بہت صاف ستھرا اور transparent ہونا چاہیے اور ان کی value دیکھنی چاہیے کہ ان کی کیا value ہے۔ ان کی below the market value sale نہیں ہونی چاہیے۔ میں ایک واقعہ آپ کو بتاتی ہوں کہ جب پچھلی حکومت میں حفیظ شیخ صاحب privatization کے چیئرمین تھے تو انہوں نے HBL کو privatize کیا تھا، اگرچہ دو تین ہفتے قبل وہ چلے گئے تھے but he finalized the deal and it was sold for only 21 billion rupees. جو بہت کم rate تھا جناب! جبکہ اس کی پندرہ سو overseas branches میں ہیں اور آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ foreign country میں ایک برانچ کھولنے کے لیے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ ایم سی بی کو کتنے سال ہو گئے ہیں، کہ وہ کینیڈا میں اپنی برانچ کھولنا چاہتا ہے اور وہ لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کرنے کے باوجود اب تک اس میں کامیاب نہیں ہو سکا جبکہ حبیب بنک کی پندرہ سو overseas branches موجود تھیں اور ایک یونین بنک جو چھوٹا سا بنک تھا جس کے owners نے اس کو 31 billion میں بیچا اور اس کی کتنی branches تھیں only hundred, تو آپ parity دیکھیں کتنا difference ہے۔ ہم اس طرف کیوں نہیں توجہ دیتے۔ ہمارے حبیب بنک کے assets کتنے تھے۔ یہ تو ایک ماضی کا واقعہ ہو گیا لیکن میری منشا یہ ہے کہ آئندہ جب آپ کسی enterprise کو privatize کریں تو ان ساری چیزوں کو مدنظر رکھیں۔

جناب! مجھے پتا ہے آپ بے چین ہو رہے ہیں۔ آپ کا احسان ہے مجھ پر، اتنے لوگوں نے تقریر نہیں کی تو وہ time آپ مجھے دے دیں تو مہربانی ہوگی۔

جناب چیئرمین: چلئے تین منٹ اور لے لیجئے۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: چلیں جی شکریہ آپ کا۔ جناب! غریبوں کے لیے سوائے بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کے مجھے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اس کے علاوہ ان کے لیے کوئی سکیم ہے ہی نہیں۔ اس کے علاوہ بھی متبادل کوئی دیں۔ یہ قرضے قرعہ اندازی سے آپ دے دیتے ہیں۔ اس کے beneficiaries سترہ کروڑ عوام میں سے کتنے ہوں گے، چند ہوں گے۔ اس طرح تو آپ غربت نہیں مٹا سکتے۔ ایک اور ضروری بات میں بیچ میں add کردوں اس سے پہلے کہ میں بھول جاؤں۔ جناب ہم budget session بجٹ پیش ہونے کے بعد منعقد کرتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایک pre-budget session ہونا چاہیے جس میں جو جو تجاویز ہوں وہ discuss ہونی چاہییں تا کہ بجٹ میں کسی قسم کی کمی نہ رہ جائے۔ اس میں سارے parliamentarians کی رائے شامل کی جائے کیونکہ بعد میں رائے دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس لیے ہمیں پہلے رائے دینی چاہیے۔

جناب! ایک بہت important sector جو ہم نظر انداز کر رہے ہیں اور حکومت کی توجہ اس سیکٹر کی طرف نہیں ہے اور جو ہمارے ملک کے لیے بہت زیادہ revenue لا سکتا ہے وہ logistic sector ہے۔ اس کے لئے ہے کہ ہم اور حکومت پاکستان کی جغرافیائی اہمیت کو پہچانیں۔ ہم سنٹرل ایشیا کے لیے یہاں سے heavy cargo لے جا سکتے ہیں جیسے افغان ٹریڈ کا جاتا ہے۔ یہ افغانستان بھی جائے، سنٹرل ایشیا میں جائے۔ اس کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم ٹریلروں اور heavy trucks کی ڈیوٹی کو کم کریں تا کہ grass root level پر ایک شخص اس کو purchase کر سکے۔ یہ ایک مافیا ہے جو اس وقت ان کو import کرتا ہے اور پھر اپنے غریب عوام کو قسطوں پر دیتا ہے اور جب وہ قسط pay نہیں کر سکتے تو ان سے واپس لے لیتا ہے۔ ہمیں اس مافیا کو ختم کرنا چاہیے اور trucks and troller کی purchase عام آدمی کی reach میں ہونی چاہیے تا کہ ہمارا revenue بڑھے۔

جناب افغان ٹرانزٹ کی آڑ میں بہت زیادہ smuggling ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ batteries and tyres بھی smuggle ہوتے ہیں جس سے ہماری industries کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ ہمیں اس طرف توجہ دینے کی بہت اشد ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین: بس اب آپ conclude کر لیجئے please.

سینیٹر سیمیں صدیقی: جی، جی میں کر رہی ہوں۔ جناب جب ہم نے حبیب بنک کو privatize کیا تھا اس وقت اسحاق ڈار اور پروفیسر خورشید احمد صاحب نے بھی point out کیا تھا کہ یہ deal صحیح نہیں ہو رہی۔ اس کی price کم لگائی گئی لیکن اس وقت اسی floor of the House پر discuss ہوا تھا اور اس وقت اس بات پر دھیان نہیں دیا گیا۔

جناب! energy crisis پر بات ہو رہی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم اس کو develop کریں گے، ہم self-reliance کی طرف جائیں گے، ہم loans نہیں لیں گے، کوشش کریں گے کہ loans نہ لیں۔ آپ تو loans میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ Loans کے بغیر تو آپ کا گزارہ ہے ہی نہیں۔ Energy crises remove کیے بغیر آپ کی development کیسے ہو گی؟ آپ کی industries suffer کر رہی ہیں، industrial growth آپ کے پاس نہیں ہے۔ آپ کے پاس unemployment ہے۔

جناب! مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں بے کار، فضول بول رہی ہوں۔ مجھے ایسا feel ہو رہا ہے کہ میری آواز کہیں جا نہیں رہی، مجھے توجہ نہیں مل رہی۔

جناب چیئرمین: میں آپ کو سن رہا ہوں۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: جناب چیئرمین! مجھے ایسا feel ہو رہا ہے کہ میری آواز کہیں جا نہیں رہی، توجہ نہیں مل رہی۔

جناب چیئرمین: جی، جی فرمائیے۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: جناب والا! Energy crises ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم 3 crore energy saver bulbs distribute کریں گے۔ جناب والا! کس کو پتا لگے گا کہ ان کی صحیح distribution ہوئی بھی ہے یا نہیں یا پھر وہ مارکیٹ میں مہنگے داموں بک رہے ہیں۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ energy savers سے duty ختم کی جائے۔ ان کی prices کم کی جائیں اور دوسرے bulbs کی قیمتوں کو بڑھایا جائے تا کہ لوگ encourage ہوں اور وہ energy savers خریدیں۔

جناب والا! ہمیں dams بنانے چاہیئیں۔ یہ تو common بات ہے اگر میں ایک ڈیم کا نام لے لوں تو یہاں آفت آجائے گی، میں نام نہیں لوں گی، نہ میں مخالف ہوں، نہ favour میں ہوں

لیکن میں اتنا ضرور کہوں گی کہ اس floor of the House پر سب Parliamentarians ہیں، سب elected members ہیں اور ہر ممبر کو اپنی رائے دینے کا حق ہے۔ کسی ممبر کو یا کسی پارٹی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی رائے دوسرے پر مسلط کرے اور اس کو بولنے نہ دیا جائے۔ اس سے اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے اور یہ جمہوریت کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔ جب ہم جمہوریت کی بات کرتے ہیں اور ہم جمہوری عمل سے گزر رہے ہیں تو ہم میں برداشت بھی ہونی چاہیے۔ جناب والا! آخر میں، میں یہ کہوں گی کہ ہم کس طرح یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم developing country ہیں اور ہمارا deficit 685 billion ہے how are we going to meet the deficit with all such problems, energy crises, unemployment, کوئی development نہیں ہے agriculture down جا رہی ہے تو جناب یہ بجٹ ایک دھوکا دینے والی بات ہے اور یہ confusion کی بات ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ ایک mini budget اور آنے والا ہے جس کا عوام پر بوجھ پڑے گا اور VAT and GST کا مسئلہ پھر سے اٹھے گا۔ جناب والا! اس کے ساتھ میں آپ کا بہت شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا اتنا موقع دیا، آپ کی بہت بہت مہربانی۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ بخاری صاحب! یہ تقاریر تو ختم ہو گئی ہیں۔ Proposals of the Opposition Members on the Finance Bill کو صبح لیا جائے پھر وزیر صاحب اس کے بعد debate کو wind up کر دیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: مناسب یہ ہے کہ ان کو صبح لیا جائے کیونکہ ڈار صاحب بھی نہیں ہیں اور پروفیسر خورشید احمد صاحب نے بھی request کی تھی کہ وہ میٹنگ میں جا رہے ہیں۔ اس لیے یہ proposals کل لی جائیں۔

Mr. Chairman: OK. The House stands adjourned to meet again on Friday the 18th June, 2010 at 10 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Friday the 18th June, 2010 at 10 a.m.]